

برکت سے مذہبی عقائد میں بھی یونانیوں کے شاگرد تھے۔ چنانچہ انکی سوگواری بھی یونانیوں کی سوگواری اور ان کے طریقہ اقامت سے زیادہ متعارف اور جدا نہ تھی۔ ان میں مرنے والے پر رونے اور پٹنے اور بن کرنے کا زیادہ رواج تھا۔ اور تجہیز و تکفین کے موقعوں پر رونے والے کرائے پر لبو الیے جلتے جو صفت باندھ کے کھڑے ہوتے اور درو کے بن کرتے۔ اسکے سوا ان میں تقریباً وہ تمام باتیں تھیں جو یونانیوں میں تھیں۔

ماہی لباس کا رنگ بھی قدیم قوموں میں بدلا ہوا تھا۔ اور آج بھی جدا جدا ہے۔ یونانیوں میں بعض جگہ سیاہ تھا اور بعض جگہ سفید۔ روسیہ میں علی العموم سیاہ رنگ مانتی تھا۔ یورپ میں آج بھی سیاہ ہی رنگ سوگواری کے لیے مخصوص ہے۔ اہل چین و جاپان سوگ میں سفید کپڑے پہنتے ہیں۔ ترکوں میں نیلے یا عباسی رنگ کا رواج ہے۔ ایران میں سیاہ لباس پہنا جاتا ہے۔ مصر میں زرد رنگ سوگواری کا ہے۔ اور حبشیوں میں سوگ اور غم کے موقع پر خاکستری رنگ اختیار کیا جاتا ہے۔

جاہلیت عرب میں بھی مرنے والے کی میت پر بڑے زور و شور کا مآم ہوتا تھا۔ عورتیں گریبان چاک کرتیں۔ روتیں پیٹتیں۔ اور مراثیوں اور بین کے نعروں کے ساتھ علی العموم نوحہ خوانی کرتیں اور سر و سینہ پیٹتیں۔ بیان تک کہ اسلام ظاہر ہوا۔ اور تعلیمات ربانی سے انسانی اخلاق کی اصلاح ہو جتنے لگی۔

اسلام نے سوائے انسو بہانے اور سادگی و تہذیب کے ساتھ رنج و الم کرنے کے سر و سینہ پیٹنے چلا چلا کے بن کرنے۔ زیب و زینت چھوڑنے اور ماہی لباس پہننے کو حرام بتایا۔ چنانچہ نور اسلام کے نمایان ہوتے ہی سوگواری اور سینہ زنی عرب میں بیکلام ترک ہو گئی تھی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونے کے بعد عزاداران حسین نے سوگواری و عزاداری کو جزو دین بنا دیا۔ اور انکے جوش و رنج و الم نے تھوڑی ہی مدت میں سوگواری کو اس قدر اہم اور باقاعدہ بنا دیا کہ شاید

گروہجوم ہوتا۔ کوئی سین رسیدہ عورت جو روئے اور بین کرنے میں زیادہ کمال رکھتی! بال کھول کے آتی اور لاش کے سرہانے کٹھری ہو جاتی۔ غم و الم کی دُمن اور درد بھری آواز میں اُس کے محامد و خصال بیان کر کے روتی۔ اور سینہ کوئی کرتی۔ اور ماتم میں تمام لوگ اُس کا ساتھ دیتے۔ اکثر فرعون اور امیرون کے مرنے پر سال بھر تک مجلس ماتم با رہتی اور کسی وقت روئے پٹنے کا سلسلہ موقوف نہ ہوتا۔

اُنکے بعد اور نیز اُنکے زمانے میں بنی اسرائیل جب ارض موعودہ میں جا کے مقیم ہوئے ہیں تو وہ بھی بڑے جوش و خروش سے اپنے عزیزوں اور دوستوں کا سوگ کیا کرتے۔ اور غالباً اظہار غم کے بھی وہی طریقے تھے جن کو وہ مصر کے قبطیوں سے سیکھ کے آئے تھے۔ اُن کا سوگ یہ تھا کہ گریبان چاک کرتے۔ کپڑے پھاڑ ڈالتے۔ بالوں کو نوچتے کھوٹتے۔ سینہ کوئی کرتے۔ سر پر خاک ڈالتے۔ نہانا چھوڑ دیتے۔ فرش سے اُٹھ کے زمین پر جا بیٹھتے اور لوگوں میں شگے سرو شگے پاتوں پھرتے۔ مرنے والے کے سوگواروں کی یہ حالت سات دن تک رہتی۔ جس مدت کے گزر جانے کے بعد یہ سوگواری کے طریقے موقوف ہو جاتے۔ مگر بنی اسرائیل نے اپنے رسم و رواج کے خلاف حضرت موسیٰ اور جناب ہارون کا سوگ پورے ایک مہینے تک قائم رکھا تھا۔

اب اسکے بعد پُرانے یونانیوں کا طریقہ سوگ دیکھیے جو علم و فضل میں سب سے بالا تھے اور اُن کا شہر ایتھنز مدینۃ الحکما کہلاتا تھا۔ یونانیوں میں کوئی عزیز و قریب مرنے والے اپنے بال کٹوا دیتے۔ کپڑے پھاڑ ڈالتے۔ سر پر خاک اُڑاتے۔ اور اکثر شہروں میں سیاہ اور ارغوس وغیرہ خاص خاص بستیاں میں سفید کپڑے پہنتے۔ عام مجمع کو چھوڑ کے کسی تنہائی کے مقام میں جا بیٹھتے۔ زمین پر پڑ پڑتے۔ لڑھکیاں کھاتے۔ اور بغیر منہ پر نقاب ڈالنے

بغیر منہ پر نقاب ڈالنے۔ وہ تمام باتوں بیان تک کہ

اور عالم ہومین سناٹا اپنی پرمیٹ آواز میں جواب دے رہا تھا "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"
 ہمارے حیدر آباد کن میں تصوف کا بڑا زور ہے۔ امرا دار کا ان دونوں
 تک وحدت وجود کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یہیں السلطنۃ مہاراجہ
 مدار المہام بہادر دام اقبالہ اس سرمدی مذہب کے دلدادہ اور معرفت کے
 جو یا ہیں۔ لہذا خدا کو بھی منظور ہوا کہ نفی اثبات کا جلوہ دکھا دے۔ یہ صرف
 "لا" کا جوش تھا جس نے ایک عالم کو غرق کر دیا۔ اور اب اُس کے بعد اثبات
 ہے۔ جبکہ منتظران ربیع کیٹی اُچرے گھنڈروں پر ڈیرے ڈالے پڑے ہیں
 اور اعلیٰ حضرت سکندر شمس کی فیاضی بھوکوں کو کھانا اور ننگوں کو کپڑا
 دینے میں فراخ حوصلگی کے جوہر دکھا رہی ہے۔

سوگواری

کسی دوست یا عزیز کے مرنے پر غلانیہ طور پر وضع و لباس کے ذریعہ سے
 اظہارِ غم کو "سوگواری" کہتے ہیں۔ دنیا کی تمام قوموں کی معاشرت کو دیکھیے
 تو کوئی قوم سوگ منانے سے خالی نہ نظر آئے گی۔ لہذا ہر ایک میں سوگواری
 کی خاص خاص بنیادیں اور اُس کے اظہار کے خاص طریقے اور رسمیں مروج
 ہیں۔ یون تو جس دن دنیا میں پہلا انسان مرا اُسی دن سے رونے اور سوگ
 کرنے کی بنیاد پڑ گئی۔ مگر اس سوگ میں مختلف قوموں نے جو بدھنیں کیں اور
 جیسے جیسے کرتے دکھائے اُن کا بتانا خالی از لطف نہیں ہے۔

سب سے قدیم قوم مصر والوں کی ہے۔ اور انہیں میں سوگواری تمام
 قوموں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس کی زیادتی اور مدت تک قائم رہنے کی
 وجہ یہ تھی کہ لاش کی مٹی بنائی جاتی۔ جس کام کے لیے زمانہ درکار ہوتا۔ مٹی
 کے تیار ہونے تک مرنے والے کے خاندان میں برابر ماتم ہوتا رہتا۔ جب لاش
 مٹی بنانے کے لیے کسی مٹی بنانے والے کے گھر میں لے جانی جاتی اور جب
 تیاری کے بعد وہاں سے لائی جاتی تو رونے اور ماتم کرنے والوں کا اُسکے

اپنا جلال و غضب دکھا کے چلی گئی۔ عالم پر خموشی اور موت کا سناٹا طاری
ہوئے۔ نہ سڑکوں کا پتہ ہے نہ گلیوں کا۔ نہ آبادی کا نشان ہے نہ عالیشان عمارتوں
کا۔ جدھر نظر جاتی ہے پتھروں کا ڈھیر ہے اور حسرتوں کا اتار۔ ایک عالم ہو
ہے۔ اور چند ساعت پہلے کی رونق و عظمت کے آثار۔ امر القیس کہاں ہے
بلالو اور کہو کہ اپنا قصیدہ معلقہ بیان کھڑے ہو کے سنائے۔ اس لیے کہ جو
سامان حسرت بیان نظر آئے گا اُس جگہ ٹکٹن نہیں جہاں عنبرہ چند روز
کے لیے بس کے چلی گئی تھی؟ گو لڈ اسمتہ کہاں ہے؟ اُس سے کہو کہ اس
حسرت کہہ میں آ کے اپنی پُرسوز و گداز نظم ”ڈرڈ ڈویج“ سنائے بیانِ یاد
اثر ہو گا۔ کیونکہ جس اُبڑی سبستی کا سامان اُس نے دکھایا ہے ہمارے تباہی
زدہ گھروں سے زیادہ تباہ نہیں ہو سکتی۔ اور آخرین حکیم مترزی سے
کہہ دو کہ اپنے اچھوتے عربی مذاق کے قصیدے کے چند تہمدی اشعار میں کی
دھن میں گا کے ہماری حسرت نصیبی کی داد دے۔

اے سارا بن منزل کن جز بردیا ریاض
ربع اندولم پر خون کتم اطلال راجون کتم
از روے یار تر گئی یوان ہی بنیم تھی
آسجا کہ بود آن ولستان در بوستان بادوشا
برجائے جام و رطل مے گوران تہا مستند ہے
آہ آہ! ایک جہاز بھی ڈوبتا ہے تو اُس میں ڈوبنے والے پہلے ہاتھ
پانوں مارتے ہیں۔ اور جب قسمت پر زور نہیں چلتا تو اپنے نالہ و شیون کی آواز
آسمان تک پہنچا دیتے ہیں۔ مگر ہمارے غریقانِ رحمت۔ ہمارے بے زبان
مظلوم کس بہادری۔ کس خموشی۔ اور کس بے بسی سے ڈوبے ہیں نہ کسی کو خبر
بھی نہ ہوئی اور وہ چل بسے۔ قافلے کے قافلے عدم کو چلے گئے اور جس کی آواز
کسی نے نہ سنی۔

یہ ہے کہ یہ بھی حضرت رب العزت کے جلال کا ایک نمونہ تھا۔ قیامت
نہیں۔ خاموش و مہندم کھنڈروں سے آواز اُڑا رہی تھی کہ لَمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟

تیرا پانی اُبلتے اُبلتے چھتوں سے جا لگا۔ اور وہ سب پناہ گزین خدا ہی کے
 کھرمین سے خدا کے پاس سدھار گئے۔ یہ بھی وہ لوگ تھے جنہوں نے کچھ
 ہاتھ پاؤں مارے۔ بہت سے تو ایسے ہیں جنہیں خبر بھی نہ ہونے پائی اور
 ان کا بستر عیش ہی بستر مرگ بن گیا۔ آہ کتنے دولہا دولہن ہیں جو شب
 زفات ہی میں ہم آغوشی سے آغوش موت میں چلے گئے۔ اور اوموسیٰ ندی!
 اُنکے چاندی کے پلنگ ہی کو تختہ تابوت بنا کے تو اپنے دوش پر اٹھالے گئی۔
 اور اُن کی روحوں کے ساتھ اُنکے جسموں کو بھی عالم فنا میں پہنچا آئی۔
 موسیٰ ندی! تجھے کسی پر تو ترس آیا ہوتا! کوئی تو تیرے دستِ ستم
 سے بچا ہوتا۔ عباد کو سبکدوش میں۔ برہمنوں کو دیر میں۔ طلبا کو مدرسوں
 میں۔ صوفیوں کو خانقاہوں میں۔ غرض کسی کو کہیں نہ چھوڑا۔ جو جہان
 تھے وہیں رہے۔ اور تو اُنکے سروں پر جا پہنچی۔ بیبیان شوہروں کے
 سامنے۔ بیٹے بیٹیاں ماں باپوں کے سامنے۔ بہن بھائی بہن بھائیوں کے
 سامنے۔ دوست دوستوں کے سامنے ڈوب ڈوب کے مر رہے ہیں اور کسی
 کو بچانے کی جرات نہیں ہوتی۔ وہ مرتے وقت چاہتے ہیں کہ آخری وصیت
 کے دو کلمے اپنے عزیزوں اور دوستوں کے کانوں تک پہنچا دیں۔ مگر نہ وہ
 اپنے جان کے خوف سے سُنا چاہتے ہیں اور نہ تو اپنے غیظ و غضب کے
 شور سے سننے دیتی ہے۔ معصوم بچہ ماں کے آغوش سے نکل کے تیرے
 بے رحم آغوش میں چلا گیا ہے اور یہ نجات ماں بے بسی سے کلیجہ تھام کے
 رہ گئی ہے۔ مہ جبین مشوقہ کو تیری ظالم موجوں نے عاشق کے گلے سے پھرا کے
 اپنے گلے لگا لیا ہے اور وہ حسرت سے دیکھ کے رہ گیا ہے۔ ایسے ایسے جگر
 خراش منظروں کو دیکھنا اور ترس نہ آنا۔ اے موسیٰ ندی تیرا ہی کام ہے۔
 اوموسیٰ ندی! تو اتنی سنگدل! اتنی ظالم! اتنی ستم کیش اور اتنی
 بے رحم ہے کہ تجھے نہ معصوم بچوں کی معصومی پر ترس آیا اور نہ مہوش دلرباؤں
 کی نازنینی پر۔

یہ سب ہنگامہ اور یہ سارا شور محشر چند گھنٹوں میں ہو گیا۔ موسیٰ ندی

نہیں یا دے رہے ہیں۔ بہن بھائی سے چھوٹ گئی ہے اور شوہر جو رو کو چھوڑ آیا ہے۔ یہ کہاں بھاگے جاتے ہیں؟ اور اس قدر بدحواس کیوں ہیں؟ ایسے کہ موسیٰ ندی اس بھوکے اژدھے کی طرح پیچھے دوڑی آتی ہے۔ وہ ٹرکون پر سانپوں کی طرح لہرا لہرا کے دوڑ رہی ہے کہ کوئی ملے تو اُسے ہڑپ کر جائے۔ گلی کو چون میں رنگ رہی ہے کہ کوئی انسانی شکار ہاتھ آئے تو اُسے ہضم کر لے گھروں میں گھسستی ہے کہ کوئی تھکا ماندہ رہ گیا ہو تو اُسے اپنا نوالہ بنائے۔ اپنی قہار بھوک سے وہ بیتاب ہے۔ چاروں طرف زندہ مخلوق کو ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ ہزاروں بندگان خدا کو نگل گئی اور پیٹ نہیں بھرتا۔ اُس کی قیامت خیز چال مکانون کو گراتی اور عالیشان عمارتوں کو ڈھانی جاتی ہے۔ جد مصر جاتی ہے سُتھراؤ ہو جاتا ہے اور جہان پہنچتی ہے بالکل صغایا نظر آتا ہے۔ وہ غریب پسماندے جو نہ بھاگ سکے ہیں اور نہ اس ظالم ندی کے تھکے چڑھ سکے ہیں جن مکانون میں اُنھوں نے پناہ لی تھی اُنھیں میں دب دپ کے اور خود اپنی بنائی ہوئی عمارتوں کے نیچے پس پس کے جان دے رہے ہیں۔

مگر یہ تصویر اُن مقامات کی ہے جہاں لوگ تیرے چلے سے پہلے چونک اُٹھے ہیں۔ اُنھیں تھوڑا بہت بھاگنے کا موقع مل گیا ہے۔ اور اپنے عزیزوں کو ڈوبتے اور مکانون میں دبتے اور یکسی سے جان دیتے دیکھتے ہوئے گرتے پڑتے بھاگے ہیں۔ لیکن اُن جگہوں کی خونی تصویر دیکھی بھی نہیں جاسکتی جہاں تو نے اپنا جوش دکھانے سے پہلے ہی لوگوں کو اپنے آغوش مرگ میں گھیر لیا ہے وہاں کا عالم! عالم مرگ! عالم تباہی! عالم یکسی و بے بسی! نہ دیکھا جاسکتا ہے اور نہ بیان ہو سکتا ہے۔ جنھیں خبر ہو گئی ہے کہ موت سر پر آ پہنچی حسرتِ یاس سے بھاگے ہیں۔ مگر ہر طرف راستہ بند ہے۔ جد مصر جاتے ہیں تیری نرین موت کے فرشتوں کی طح راستہ روکے کھڑی پرہ دے رہی ہیں کہ کوئی نکلنے نہ پائے۔ جب سب راستے بند دیکھے تو خدا کے گھر کی طرف چلے۔ مسجدوں میں خلقت پھری ہوئی ہے۔ مگر تو نے اس حرمِ ربانی میں بھی قدم رکھا۔ اور ساعت بساعت تیرا تلاطم بڑھتا ہی جاتا ہے۔ یہاں تک کہ

مناظر بُد کے دُصند لکے میں ہیں۔ ہمیں تو تجھ میں کو دوسے وی اُس کی شان
نظر آ رہی ہے۔ اور تیرا سیلاب اُس کے آتشین لاوے کا سیلاب معلوم ہوتا ہے
جس میں ایطالیہ کا شہر پومپائی غرق ہو گیا تھا۔ دوسے وی اُس کے آتشین
سیلاب نے پومپائی کو چاروں طرف سے محصور کر لینے کے بعد اندر قدم رکھا
تھا۔ اُسی طرح تیرے سیلاب نے شہر کی اندرونی آبادی کے بعض محلون کو
جبکہ لوگ غافل سو رہے تھے ہر چار طرف سے گھیر لیا۔ اور اُنھیں ایک خطرناک
جزیرے میں محصور کرنے کے بعد بٹ بویا۔

مگر پومپائی کے غرق ہونے آتشین آج دو ہزار برس بعد نکل رہے ہیں
اُس سیلاب نے اُنھیں اپنے دامن کے نیچے محفوظ رکھا۔ جنھیں آج کل
کی زندہ دنیا اگلے عبرت ناک سیلاب کی یادگار سمجھ کے دکھتی ہے۔ اور اُنکی
حالت دیکھنے کے لیے لوگ دُور دُور سے سفر کرنے آتے ہیں۔ مگر موسیٰ ندی!
تو تو بتا کہ ہمارے مُردوں کو ہا کے ٹوکھان لے گئی؟ اور اُنھیں کہاں
رکھا ہے؟ کہ ملنے چلنے اور لطف صحبت اُٹھانے کے نہیں تو انکی حشرناک
صورتیں دیکھنے ہی کے لیے ہم اُن کا نظارہ کر سکیں۔ اُنھیں کہیں امانت رکھا
ہے یا سمندر کے قعر میں پھینک آئی؟ موسیٰ ندی! موسیٰ ندی! یہ مُردے نہیں
ہماری امانتیں ہیں جنھیں ہم تجھ سے لین گے۔ آج نہیں تو کل قیامت کو
لین گے۔ ایک دن ضرور آنے والا ہے جب لے آؤ ہا صفت ندی تجھے
اپنے یہ لذیذ لقمے اُگلنے پڑیں گے۔ اور تجھے اپنے اس ظلم و ستم کا یقیناً
جواب دہ ہونا پڑے گا۔

آہ! تیرا غمظ و غضب! تیرا جوش و خروش! تیری بے رحمی و سنگدلی!
تیری وہ عصبناک صورت! تیری وہ پُرتک جبین! تیری وہ بدحواس
کردینے والی سہیت! تو کیا تھی اور ایک دم میں کیا ہو گئی! تجھے کیا سمجھے
ہوئے تھے اور کیا نکلی! وہ دیکھو لوگ بدحواس بھاگے جاتے ہیں۔ لسی کو
اپنے پرانے کا ہوش نہیں۔ پرے کی بیٹھیے والیاں شگے سرنگے پانوں
گھروں سے نکل پڑی ہیں۔ مائیں بچوں کو بھول آئی ہیں۔ بیٹے! پون کو

جس نے ایک چشم زدن میں مصر کی آبادی صاف کر دی تھی۔ افسوس موسیٰ ندی! ہمیں تجھ سے ایسی امید نہ تھی۔

عصا سے موسیٰ کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ سمندر میں راستے ہو گئے۔ پانی جہان تھا وہیں دیواروں کی طرح ٹھہر گیا۔ ہمارے رہنے کے آہنی پکوں کی طرح اُن میں جھنجھریاں بن گئیں۔ اور بنی اسرائیل کے بارہ سبط بارہ راستوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے بھائے اطمینان و قانع البالی سے پار چلے گئے۔ اور ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ فرعون کے لشکر نے جیسے ہی اُس دریائی راستہ میں قدم رکھا پانی جوش و خروش کے ساتھ مل گیا۔ سمندر تھامی کی شان سے اُبلنے لگا۔ قیامت کا تلامح نمودار ہوا اور دم بھر میں اُس لشکر کا پتہ نہ تھا کہ کیا ہوا اور کدھر گیا۔ زمین کھا گئی یا آسمان کھا گیا۔

بیشک ہم گنہگار ہیں۔ سر سے پاؤں تک معاصی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہمارا بال بال گناہوں سے گندھا ہوا ہے۔ مگر موسیٰ ندی اہم سبب خدا پرست ہیں۔ ہمارے شرک بھی فی الحقیقت موحد ہیں۔ ہمارے کفار بھی اُس ذات وحدۃ لا شریک کے منکر نہیں۔ پھر ہمارے ساتھ کچھ ایسا سلوک نہ کرنا چاہیے تھا۔ ہم پر یہ جوش غضب ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہمارے نکل اللہ اکبر اللہ کہ سچے خدا پرست اور خدا کے برحق دین کے حامی و مربی ہیں۔ ہمارے مدارالمہام تصوف کے رنگ میں رنگے ہوئے اور دریائے وحدت و معرفت میں غرق ہیں۔ ایسے نیک لوگوں اور ایسی خدا پرست آبادی کے ساتھ وہ وہ سلوک جو کبھی فرعون اور اُس کے لشکر کے ساتھ کیا گیا تھا! موسیٰ ندی انصاف یہ ہے کہ تیرا یہ جوش بے محل اور تیرا یہ غیظ و غضب بے موقع بیٹھا! ہم سیہ کا سہی۔ مگر اتنے بدتر بھی نہ تھے کہ تو ہمارے حق میں عصا سے موسیٰ کی شان تمہاری دکھانے کے لیے خلقت کو نگل جانے والا اژدہا بن جائے۔

موسیٰ ندی! موسیٰ ندی! تیرے اس سیلاب کو کوئی طوفان نوح سے تشبیہ دیتا ہے اور کوئی سیل عرم تباہ ہے۔ ہو۔ مگر ان دونوں تاریخی واقعات کے ہولناک سین قدامت کے پردے میں چھپ گئے۔ اور اُنکے جگر خراش

موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!!

حیدر آباد دکن میں جو ہیبت ناک اور تباہ کرنے والا سیلاب
موسیٰ ندی سے آیا تھا اُس پر مولانا نے یہ مضمون اکتوبر ۱۹۵۷ء
کے دکن میں تحریر فرمایا۔

موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!! تو نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا نام اختیار کیا ہے
اور تیری پڑوسن عیسیٰ ندی نے جو حیدر آباد سے دوہی ڈھائی میل پر تھم سے
آکے ہم آغوش ہو گئی ہے حضرت عیسیٰ کا نام۔ اور اعلیٰ حضرت سرکار لے دکن کے
دارالسلنت میں جیسی شان و شوکت نمودار ہوئی اُس سے ہم کو یقین آ گیا
تھا کہ تم دونوں سے ید بیضا کا معجزہ بھی نمایاں ہو رہا ہے اور احیاء موات
کا بھی۔

ہم تیری سطح پر آفتاب کی کرنوں کو کسی کی پُر افشان پیشانی کی طرح
چمکتے دیکھتے تو اُسے ید بیضا تصور کرتے۔ اور ہر مرتبہ جب ہم اپنے تاجدار
گردون مدار کی فیاضی سے کسی کو نہال ہوتے دیکھتے تو اسے احیاء
موات کا معجزہ سمجھتے۔

گر موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!! ہم تیری معجزاتی کے اس پہلو کا خیال ہی
نہ تھا کہ تو ید بیضا کے بجائے حضرت موسیٰ کا عصا بھی بن سکتی ہے۔ عصا
موسیٰ کی شان دکھانی تھی تو کاش یہ رحمت دکھائی ہوتی کہ ”فَاَنْفَجَرْتُ مِنْهَا
عَشْرَةَ نَعِيًّا“ (جاری ہوئے اُس سے بارہ چشمے) تجھ سے دس بارہ ندیاں
ندیاں جدا جاری ہو جاتیں۔ اُن سے سرکار عالی کا ملک پہلے سے زیادہ
آباد ہوتا۔ اور رعایا کی مرفہ الحالی ترقی کرتی۔ لیکن موسیٰ ندی! تجھ سے تو
عجب شان قہاری ظاہر ہوئی۔ تو ایک آنا فنا عصا موسیٰ سے وہ
عظیم الشان اثر دہا بن گئی۔ جو دم بصر میں مصر کی ہزار ہا خلقت کو نکل گیا تھا۔

کے زمانے میں بھی تہذیب یورپ کی نذر ہوئی۔

لیکن جو دولت ترکان آل عثمان سے چھینی گئی تھی اُسکا مقصد ہونا آسان نہ تھا۔ غیر منقولہ مال غنیمت کی تقسیم میں دشواریاں پیش آئیں۔ اور اُسی کا نتیجہ ہے کہ جرمنی کی ایک ایسی صاحب علم و فہم قوم نے جو موجودہ زقیوں کا اعلیٰ ترین نمونہ تصور کی جاتی تھی روس کے مقابل اشتہار جنگ دیا۔ اور فرانس پر صرف اس لیے کہ وہ سلطنت روسیوں کی دوست ہے فوج بڑھائی۔ لہجیم کی غیر جانبداری کے قائم رکھنے کا جو پرانا عہد نامہ تھا اُسکے ساتھ خود لہجیم کو بھی پامال کر ڈالا۔ جس کی وجہ سے انگلستان کی ایسی صاحب علم اور صلح جو سلطنت کو بھی اسکے خلاف اشتہار جنگ دیدیا پڑا۔ اور ایک ایسی لڑائی چھڑ گئی جو دنیا کی تمام گذشتہ لڑائیوں سے زیادہ خوفناک ہونے کے ساتھ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ یورپ میں چار طرف شمال و مشرق میں روس و جرمن کی سرحدیں وسط یورپ میں روس و آسٹریا کی سرحدیں۔ شمالی بلقان میں سرویا و آسٹریا کی سرحدیں اور مغربی یورپ میں لہجیم اور فرانس میں کئی ہزار میل کی مسافت پر خون کا مینہ برس رہا ہے۔ ایشیا اور انتہائے مشرق میں سواحل چین پر۔ افریقہ میں زنجبار سے لیکے شمالی و مغربی سواحل افریقہ تک۔ اوشینیا یعنی جزائرستان میں آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کے پاس کے جزائر میں خوزیری ہو رہی ہے۔ اور سمندر جو اگلے دنوں آذر اور ہاکرما تھا آج کل عموماً خطرناک ہے۔ اور جو خطرہ بالٹک اور نارٹھ کی کے سواحل سے شروع ہوا اُس سے اٹلینٹک اوسن۔ بے سفک اوشن۔ آرکٹک اوشن اور انڈین اوشن تک خطرہ سے خالی نہیں ہیں۔

بلقان کے مظلوم مسلمان سعدی کا یہ شعر پڑھ رہے ہیں

دیدم کہ خون ناحق پروانہ شمع را چندان امان نداد کہ سب راسخ کند
اور نہیں مہذب قوموں کا یہ رنگ و بوی کے ہی ماننا پڑتا ہے کہ تہذیب و شائستگی سوا
اسکے کہ انسان کو لڑائی کے لیے زیادہ تیار کرے اور اُس کی خون ریزی کی
قوت و ہوس کو اور بڑھائے اور کچھ نہیں کرتی۔

تو جزیرہ نماے بلقان اور قلمرو عثمانیہ کے پائیکس میں مفسدانہ دخل دہی شروع ہو جاتی۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ جاپان (جس نے مغربی عقابوں کی نظر سے پنج کے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور ہندوستان مغرب ہی کا سامنہ بن گیا تھا) سر اٹھایا اور خم ٹھوک کے روس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بحری و بری دونوں لڑائیاں ہوئیں اور لکھو کھا آدمی دونوں کے اعراض حکمرانی پر قربان ہوئے۔ آخر بڑی مصیبت سے روس نے جان بچائی۔ اب چند روز بعد تہذیب کا یہ تقاضا ہوا کہ اسلامی سلطنتوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ایران سے مرکش تک ہر جگہ لڑائی چھڑ گئی۔ روس نے ایران کی پھر پھر اٹے والی بے بس رعایا کو دیو چا۔ اٹلی نے بے پوچھے چھے اور بے وجہ موجہ طرابلس کے ساحلی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ فرانس نے پڑھ کے قرا کو کا گلا دیا۔ پھر جب اٹلی تہذیب کے صلح پسندوں نے دیکھا کہ اٹلی کا طرابلس پر کوئی زور نہیں چلا سکتا بارے دیتا ہے۔ اور اُس کے حواس بجا نہیں۔ تو سب طرف سے تقاضا ہوا کہ دولت عثمانیہ طرابلس سے دست بردار ہو کے صلح کر لے۔ اور کچھ ایسی ایشیہ دو انیاں، چا لاکیاں اور سازشین کی نہیں کہ عثمانی وزارت نے اس کو قبول بھی کر لیا۔

ادھر مہذب احباب یورپ کی صلاح سے اس صلح نامے پر دستخط ہوئے اور اُدھر اٹلی نے کمرباؤن کی عنایت سے تمام ریاستہائے بلقان نے دولت عثمانیہ کے مقابلہ میں اشتہار جنگ دے دیا۔ اور سارے جزیرہ نماے بلقان میں خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ دولت عثمانیہ ان سب کے مقابلہ میں کمزور نہ تھی۔ مگر حسن تدبیر سے وہ کمزور کر دی گئی۔ جان باز سپاہیوں کو میٹ کی روٹی اور سامان جنگ دونوں سے محروم رکھ کے پٹوایا گیا۔ اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سو اٹھوڑے سے مشرقی علاقہ یورپ کے جو قسطنطنیہ کے حوالی میں ہے تمام مقبوضات یورپ دولت عثمانیہ کے قبضے سے نکل گئے۔ اور جن علاقوں پر نصرانی ریاستہائے بلقان کا قبضہ ہوا تھا ان میں مسلمان رعایا پر ایسے مظالم ہونے لگے کہ سننے سے مدین کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غرض لاکھوں خلقت ان

خون کا سیلاب ہے۔ اور انسان کی سی بے نظیر امانت خاک میں ملائی جائے تو پھر ہمیں ہی کہتے بتاتے ہیں کہ یہ مثل "لاکھ طوطے کوڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا" جانوروں ہی تک محدود نہیں بلکہ انسان کو ہزار پرٹھائیے لکھائیے۔ لاکھ ہندسے و ثابیتہ بنائیے اصل میں وہ ایک خوشخوار و زندہ ہی ہے۔ صلح کی برکتوں کا یقین رکھنے اور امن و امان کے فائدوں سے واقف ہونے پر بھی ادنیٰ سی چھڑک لڑ ہی پڑتا ہے۔

اگلی غیر ہند لڑائیوں کے بعد اب ہم ہند لڑائیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کا آغاز نیپولین بونا پارٹ کی الوالہ العزیموں سے ہوا۔ جس نے سارے یورپ اور مصر و شام میں ہل چل ڈال دی اور اپنی ملک گیری کی ہوس پر لاکھوں آدمیوں کی قربانی چڑھائی۔ اس کے بعد اسی تہذیب کا تقاضا ہوا کہ دوسرے عثمانیہ کو جس سے یونیشیاں پانا دشوار تھا رفتہ رفتہ کمزور کیا جائے۔ پہلے تو یہ یونانی بحری لڑائی میں زبردست دول یورپ نے مل کے عثمانی بیڑے کو بالکل تباہ و غرق کر دیا۔ اور ہزاروں آدمی بکرتا میں غرق ہوئے۔ پھر کوسٹیا کی لڑائی ہوئی جس میں ہند دول یورپ کا مقصد یہ تھا کہ روسی اور جنوب میں بڑھنے نہ پائے۔ اور ترکوں کو کسی قسم کا فائدہ نہ ہو۔ لکھو کھا خلقت اس لڑائی میں بھی ضائع ہوئی۔ اسکے بعد فرانس و جرمن کی پہلی لڑائی ہوئی جس میں لاکھوں بندگان خدا جرمنی کے شوق ملک گیری پر بھیڑ چڑھے۔ بعد ازاں روسیوں اور ترکوں کی لڑائی ہوئی جس کے لیے ایک زمانہ سے اُنکے صوبوں میں شاد کرایا جاتا تھا۔ اُنکے ورزا کو دشواری دی جاتی تھیں۔ اُنکی رعایا میں شورش پیدا کرانی جاتی تھی آخر لڑائی چھڑ گئی۔ اور تہذیب و بد تہذیب دونوں طریقوں سے لاکھوں آدمی دونوں حربوں کی فوجوں اور زمرگاہ کی ذہنی سے قتل ہوئے۔ ترکوں نے آخر کئی صوبے آزاد کر کے جان چھڑائی۔ یہاں تک کہ کرم کر کے فکر کرنے لگے۔ مگر زبردست فتنہ پر داندوں کی سازش سے ایک ضرور سنج چڑکا کیا اور جل سکتا تھا۔ کبھی چین سے بیٹھتا۔ ہندسے و ثابیتہ بنائیے اصل میں وہ ایک خوشخوار و زندہ ہی ہے۔ صلح کی برکتوں کا یقین رکھنے اور امن و امان کے فائدوں سے واقف ہونے پر بھی ادنیٰ سی چھڑک لڑ ہی پڑتا ہے۔

اور بھولی باتوں پر ہو جایا کرتا ہے۔ دل اسکو مشکل سے گوارا کرتا ہے کہ جہ
 ہم چاہتے ہیں وہ کسی اور کی طرف متوجہ ہو یا کسی دوسرے سے باتیں کرے۔
 لیکن ایسا تھا بھی تو تو نے کی شکایت کیا کرتے۔ ہمارے عاشق مرزا رقیب
 جلتے ہیں۔ اور جلتے ہی کی وجہ سے اُس کی شکایتوں کا دفتر کھول دیا کرتے ہیں
 مگر تو نے کی رقابت میں کیا خصوصیت ہے کہ اُس کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔
 غرض ہمارے نزدیک اسکی کوئی صحیح توجیہ نہیں ہو سکتی۔ اور دراصل
 عاشقانہ شاعری کی یہ بڑی فرد گزاشت گذاشت ہے۔ لہذا ہمارے شعرا
 کو چاہیے کہ بستی اس غلطی کا اعتراف کریں۔ اور آئندہ ذاتاً مضامین حسن
 میں ضرور شامل کر لیا جائے۔

تو تا علاوہ حسینوں کا حرم راز ہونے کے خود بھی حسن کا ایک مکمل نمونہ
 ہے۔ اُس کی سُرخ یا قوت کی سی چونچ جو پری جالون کی ناک کے مشابہ ہے
 کس قدر خوبصورت ہے؟ اسکی نازک اندامی کیسی دلکش ہے؟ اور پھر
 اس نزاکت پر اُس کا ہشتی سبز گلہ جو ظاہر کرتا ہے کہ وہ خاص جنت سے
 جو رون کے ہاتھ سے سیا ہوا جوڑا بہن کے دنیا میں آیا ہے۔ اور جنت سے
 نہیں آیا تو کسی ناز آفرین و شوخ طبع محبوب نے اُسے اپنا دھانی دوپٹہ اڑھا
 دیا ہے۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ اس نازک اندام و خوش جمال طائر کو
 بجائے خود ایک محبوبہ قرار یا ثابت کر رہی ہیں۔

عالمگیر قتال مغرب

دنیا والوں کی آج تک ہمیشہ کٹے مرتے ہی گذری ہے۔ یہ سب جانتے
 ہیں کہ امن و امان سے بہتر کوئی نعمت نہیں۔ تہذیب اور علمی ترقی ہمیشہ ہی تعلیم
 سے ہے کہ صلح جوئی سے بہتر کوئی اخلاقی خوبی نہیں ہے۔ انسان کا نام انسان
 لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں افس اور میل جول کے جذبات ہیں۔ اور
 درندوں کی طرح ایک دوسرے کے خون کا پیاسا رہتا اُس کا کام نہیں

انگریزوں میں بھی ہمارے یہاں کی طرح توتے کے باتیں کرنے کے صہدا واقعات مشہور ہیں۔ چنانچہ رائسن کرو سو کے افسانے میں جو بعض لوگوں کے نزدیک تاریخی واقعہ ہے ایک توتے کی باتوں کا ذکر ہے۔ جس نے غربت و بیکسی میں اُس کی مدد کی تھی۔

اسی وجہ سے یورپ کی مہجین دلربائیں بھی توتے کی دلدادہ ہیں۔ دربارِ حسن میں توتے نے اپنی باتوں سے ایسی خصوصیت حاصل کر لی ہے کہ ہر پری جمال نازین کا محبوب دوست اُس کا توتا ہی ہوا کرتا ہے۔ فسانہ عجائب ایک فرضی قصہ ہے اور اُس میں داستان کا آغاز توتے ہی سے ہوا ہے۔ جانفام نے ایک بولتا توتا مول لیا۔ گھر میں لایا۔ اُس کی ملکہ نے اپنے حسن پر ناز کیا۔ توتے نے اُسکے حسن کی خدمت کر کے ایک دوسری مہجین انجن آرا کے حسن کی تعریف کی۔ اور جان عالم کو اُس کا عاشق بنانے کا دیوانہ بنا دیا۔

اس قصے میں توتے کا خیال غالباً پر آوت کے وقفے سے لیا گیا ہے۔ لہذا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی حسن و عشق کے عالم میں توتا کیا چیز ہے۔ اور حسنین کے ساتھ اُسے کسی خصوصیت ہے۔ اسی کا ایک کرشمہ یہ ہے کہ جس طرح ہندوستانی دیوالا میں حسین دیویوں کے خاص خاص شعرا اور بانے مقرر کر دیے ہیں۔ مثلاً کسی دیوی کا شعار مور ہے۔ کسی کا شعار یہ ہے کہ ہاتھی اُس پر ہار چڑھا رہا ہے۔ اُسی طرح یہاں کی عام دلربا نازنینوں اور پری و ش مہجینوں کا شعار اور بانا اکثر توتا قرار پا گیا ہے۔ اگلے مصوروں نے اگر کسی معشوق کی تصویر بنائی ہے تو اُس کے پاس ایک توتا بھی بنا دیا ہے۔ جس سے باتیں کر کر کے وہ خوش ہو رہی ہے۔ عشرت کدہ نازین وہی اُس کا دل بہلانے والا مونس تنہائی ہے۔ اور اُسی پر اُسکے دل کے جذبات آشکارا ہوتے ہیں۔

محبوبوں کے ایسے رفیق و انیس کی طرف سے حسن پرست شاعروں کا اس قدر غافل ہو جانا بڑی حیرت کی بات ہے۔ کیا وہ اُسے اپنا رقیب سمجھے؟ ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس لیے کہ رقابت کا وہم ادنیٰ ادنیٰ چیزوں

کرنا اور سمجھ کر بات کا جواب دینا۔ سلطان جہاد رُ سے ایسا جانتا تھا کہ سونے کے پنجرے میں رکھتا تھا۔ شاہانہ اہتمام سے اُس کی داشت کی جاتی اور خلوت و خلوت میں ہر گھڑی فرمان روے گجرات کا مولنس و ہمد رستا۔ حبیب وہ ہمایون کے سامنے پیش ہوا اور اُسکی صفت بیان ہو رہی تھی کہ چوہدارون نے عرض کیا ”روحی خان حاضر ہے“ اُسے باریابی کی اجازت دی گئی۔ اور جیسے ہی وہ تخت شاہی کے سامنے آئے آداب بجالایا۔ توتے نے اُس کی صورت دیکھتے ہی کہا ”بھٹ پانی روحی خان نکھر ام“ توتے کے اس کلمے کے ساتھ ہی روحی خان کی آنکھیں ندامت سے جھمک گئیں۔ سارا دربار متحیر ہو گیا۔ اور ہمایون نے کہا ”روحی خاں۔ چکنم کہ جا نورست ورنہ زبانش می بیدم“ یعنی روحی خان کیا کروں مجبور ہوں کہ یہ جا نور ہے ورنہ اس کی زبان کاٹ لیتا۔

توتے کی زبان آدھی و زبان دانی کے صد ہا قصے ہماری صحبتوں میں مشہور ہیں۔ جن میں چاہے کسی قدر مبالغہ ہو مگر اصلیت سے خالی نہیں ہیں۔ خود ہمارے گھر میں ایک قوتا تھا جس کا پنجرہ دروازے کے قریب لٹکا رہتا۔ یہاں دروازے پر کسی فقیر نے صدانگائی وہ بے تکلف کہہ دیا کرتا ”شاہ جی بیٹے جاؤ“ فقیر کسی چھوٹے بچے کی آواز خیال کر کے اُس قسم کی دعائیں دینے لگا جیسی کہ بچوں کو دی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہی یہاں کے ایک اور بولی توتے کا واقعہ ہے کہ گھر تمام لڑکے ایک محترم بزرگ خاندان کو بلانے لگا کرتے۔ قوتا بھی اُنکو بلانے لگا۔ ایک دن اُس کا پنجرہ بالا خانے لٹکا ہوا تھا کہ ایک بڑا بھاری بندر آ کے اُسکے پنجرے کو اٹھالے چلا۔ ساتھ ہی توتے غل مچایا ”ارے بابا! ارے بابا!“ سب کو خبر ہو گئی۔ اور پنجرہ بندر ہاتھ سے چھینا گیا۔

یہ واقعات بتا رہے ہیں کہ قوتا فقط بولیاں نہیں سیکھتا بلکہ بعض اوقات میں اتنی عقل آ جاتی ہے کہ سمجھ کے بات کا جواب دینے لگتا ہے۔ یا اپنی سلیکھی بولیوں کو ٹھیک موثر انداز میں محفل پر استعمال کرنے لگتا ہے۔

اہم فروگذاشت قابل معافی نہیں ہو سکتی۔

تو تا اور مینیا و ونون حسینون کے پیارے مصاحب اور محفل جہان کے زبان آور و بذلہ سنج قدیم ہیں۔ مگر ہشتی خلعت پہننے والے تو تے کو دلدار نماز آفرین کی مصیبتی کا جس قدر موقع ملا ہے بھولی بھالی سیہ پوش مینا کو نہیں نصیب ہوا۔ ہندوستان کی مشہور و معروف ہوش پرداز کاوت کا سب سے بڑا اہم و ہمارا اور ولداری کرنے والا مصاحب وہ عجیب و غریب تو تا تھا جسکے لیے پہلے پہل ”میرامن“ (جو اہر طبع) کا خطاب تجویز کیا گیا۔ اور جسکی بکت سے اُس کی ساری نوع یعنی ہر تو تے کا نام ”میرامن“ قرار پا گیا۔

اور تو تے تو فقط سے سنائے فقرے زبان سے ادا کر دیا کرتے ہیں مگر میرامن کو جذبے زور عقل سے اس قدر آراستہ کیا تھا کہ پدماوت سے بے تکلف باتیں کرتا۔ اُس کی مستی۔ اپنی کہتا۔ اور مشکل معاملوں میں مشورہ دیتا۔ اسی قدر نہیں۔ اس تو تے نے چتور کے راجہ رتن سین کے ساتھ اسکی نسبت ٹھہرائی۔ عالم حسن و عشق کا نامہ بر بنا۔ محبوب کا سفرین کے گیا۔ او جواب لایا۔ جن واقعات کو بھاکا کے جادو بیان شاعر ملک محمد جاسسی نے اپنی منظوم کتاب پدماوت میں تفصیل و تشریح سے بیان کیا ہے۔

اس تو تے کے حالات کو اکثر لوگ ایک بے بنیاد کہانی خیال کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ مگر تو تے کی گفتگو میں اکثر سمجھ اور ارادہ پایا گیا ہے اور حین اوقات اُس نے ایسی ہوش و حواس کی باتیں کیں کہ سننے والے دجگ رہ گئے۔ چنانچہ تاریخ گجرات ”مرآۃ سکندری“ میں مذکور ہے کہ دولت علیہ کے مورخ شہزادہ ہمایون نے گجرات کے فرماؤ و جہاد شاہ پر فوج کشی کی تو قلعہ جہان پور محاصرہ کیا جو بہادر شاہ کا مستقر اور اسکی قلمر کا سب سے زبردست قلعہ تھا۔ سلطان بہادر کا معتمد علیہ سپہ سالار اور میراٹش یعنی ”نجم توپ خانہ“ راجہ جیو جی توپ خانہ سے مل گیا۔ اور اپنی سازش سے قلعہ پر شہزادہ کا قلعہ کر دیا۔ نتیجے میں جب وہاں کا مال غنیمت ہمایون کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس پر یہ نتیجہ نکلا بھی تھا جو آدمی کی طرح باتیں

گہبانی کر رہے ہیں اُس میں بھی بہت کچھ انقلاب ہو گیا ہے۔ بازاری کس اور ہندو
بنے کی جو دو دونوں کا حسن ماند پڑ گیا۔ مارواڑی بنے کی ہو کا حسن و جمال او
گھونٹ تو وہی ہے مگر ناز بھرا ہوا ایک تراکت کے خم کے ساتھ آگے بڑھا
رہتا تھا ٹوٹ گیا۔ اس عالم بگل کی کئی دلفریب مودین غائب ہو گئیں۔ غرض سب
کو زوال اور انقلاب نے کچھ نہ کچھ نقصان پہنچا دیا۔ اپنی حالت پر قائم ہیں
تو وہی دونوں بلڈاگ جھون نے جامِ خضر کا جھوٹا پی کے ابد کے دامن سے
ایسا دامن باندھ لیا ہے۔

اب بھی جب تم بھی اُس کمرے میں جائے تو ایک عبرتناک سناٹے کے
مُحَصَّن لکے میں سب کے آگے یہ بلڈاگ کی جوڑی نظر آتی ہے جو ہر آنے والے کی
نگاہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور خوتا کا خاموشی کے اندر یہ منظر دیکھ کے
دل دہل جاتا ہے کہ ایک طرف ہمارے دوست کو رٹ اسپیکٹر صاحب اپنے
گجھکے ہوئے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے بیٹھے ہیں اور سامنے آتشخانے
کا نش پڑے یہ دونوں گتے تیار ہیں کہ اس خاموش عزت گاہ اور اس حرم
رت میں جو کوئی قدم رکھے اُس کی صورت دیکھتے ہی بے اختیار بھونک اٹھیں۔
اصل یہ ہے کہ اب تو ہم بھی اُن کتوں سے خائف ہیں کہ دیکھتے ہیں
زندہ چھوڑتے ہیں یا نہیں۔ اور سامنا ہوتے ہی اکثر اُن کی طرف دیکھتے
ہیں یہ شہر پڑھ لیا کرتے ہیں

مذاہم کہ تیر خدنگ قضا مرابشکند پیشتر یا ترا

ہمیرا من تو تا

ہمارے شاعروں نے بلبُل اور چیتھے وغیرہ کی نغمہ سنجی و شوریدہ بیانی
پنے پر سوز کلام میں جابجا فائدہ اٹھایا۔ مگر سرخ رُو و زمردین پیرہن
طرف کبھی توجہ نہ کی جو پری جمالِ مجبینوں کا پرانا انیس صحبت اور
وہمراز ہے۔ جو لوگ سب لیلیٰ کے دلدادہ ہوں اُن سے اتنی بڑی

وہی ہے۔ ہنسی وہی ہے۔ مذاق سخن اور مذاق سخن کا ذوق وہی ہے۔ مگر اس سانچہ عظیم کے بعد والے عبد العزیز اگلے عبد العزیز کی طرح جفاکش۔ مستعد اور چھتر کے بنے ہوئے نہیں بلکہ شیشے کے بنے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ گھر سے باہر نکلنے یا دہلیز کے باہر قدم رکھا اور ٹوٹ گئے۔ بحال نہیں کہ اپنے مسکن کو چھوڑیں اور کسی چیز کی گھیس نہ لگ جائے۔

بعض با مذاق طبیعوں نے یہ شکوہ چھوڑا کہ یہ خرابی تجربہ کی وجہ سے ہے شادی ہوتے ہی سب شکایتیں رفع ہو جاتیں گی۔ چند لوگوں نے سنا بھی کیا مگر بعض احباب اس طے سر ہوئے کہ جھٹ پٹ دوطن یاد ہی لائے۔ اور چٹ منگنی پٹ بیاہ کا تاشا نظر آگیا۔ مگر اب بھی ہمارے دوست کا جسم شیشے ہی کا تھا۔ اتنا بھی تو نہ ہوا کہ گرم پانی کا تاؤ دی ہوئی چمنی کی طرح شیشے کے اس نازک جسم میں تھوڑی بہت قائم الٹاری ہی پیدا ہو جاتی۔ بہر حال اب ہمارے دوست بالکل بدلے ہوئے ہیں۔ اور جس دماغ نے دنیا میں بڑے بڑے کام کیے تھے۔ جو نازک سے نازک چیدگیوں کو گھڑی بھر میں صاف کر دیا کرتا اور جو بڑی بڑی گتھوں کو سلجھا دیتا تھا آج مسبدان صغہ دماغ نازک کے وارم زخود بسیار می رسم

سوا اپنے شیشہ جسم کی حفاظت کے اور کسی کام کا نہیں۔ لاکھ چاہا کہ دماغ سے اگلا کام لین مگر اُس نے قطعاً جواب دیدیا۔ اور سوا اس کے کہ وظیفے کی درخواست دے کے خدمت سے علیحدہ ہو جائیں کوئی مفر نظر نہ آیا۔

اب ریٹائر ہو جانے کے بعد وہ صحبت ہی درہم برہم ہو گئی۔ جو لوگ روز روز دو وقتہ حاضری دیا کرتے تھے ان کی صورتیں برسوں بلکہ زندگی بھر کے لیے نظر سے اوجھل ہو گئیں۔ کمرے میں ہر وقت جو جھگڑا لگا رہتا تھا خواب و خیال ہو گیا۔ اور اگر بھولے سے کوئی آنکھٹا ہے تو بیان کا سناٹا دیکھ کے بے اختیار کہ اُٹھتا ہے کہ ”حیث در چشم زدن صحبت بار آخر شد“

یہ سب ہو گیا۔ مگر وہ لڈاگ گئے اُسی ٹھاٹ، اُسی وضع۔ اور اُسی شان سے اُس عالم گلی کے پھاٹک پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس چمنستان کی وہ

مگر سب سے زیادہ نمایاں اور خوب متمازن دو بلڈاگ کتے ہیں جو کانسن کے دونوں سروں پر سنبھکھولے نیم خیز بیٹھے ہیں کہ اگلے دونوں پانوں کھڑے ہیں۔ گویا بڑی مستعدی سے اس عالم مثال اور اس گلی صنم خانے کے دروازے پر بیٹھے پرہ دے رہے ہیں۔ یہ کتے تمام تصویروں سے بڑے اور سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ اور اپنے پرے کی جگہ پر اس مستعدی سے ڈٹے ہوئے نظر آتے ہیں کہ آنے والے کی نظر سب سے پہلے انھیں پر پڑتی ہے اور دیکھنے والے کے صفحہ اول پر نقش ہو جاتی ہے

ہم حیب حاضرین کی بجز گفتگو سے عاجز آتے اسی منستان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اور وہاں انھیں کتوں پر نظر پڑتی۔ اس عالم میں آنے جانے والوں کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ ان بلڈاگوں کا سامنا نہ ہو۔ وہ نہیں دیکھتے دیکھتے یہ کتے اس قدر خیال میں جم گئے کہ پیچھا چھڑائے نہ چھوٹتا۔ اور کہیں ہوں اور کسی صحبت میں ہوں اپنے دوست انسپکٹر صاحب کے مکان کا خیال آیا اور خود ان سے پہلے یہ ظالم کتے نظر کے سامنے آئے موجود ہو گئے۔

زمانے نے اپنی عادت کے مطابق پلٹا کھانا شروع کیا۔ کورٹ انسپکٹر صاحب کے نہایت ہی عزیز اور نیک نفس و فرشتہ سیرت بھائی نے نہایت ہی حسرتناک طریقے سے سفر آخرت کیا۔ اور کئی اور بھی جیتی جاگتی صورتیں نماکس میں مل گئیں۔ خود ہمارے دوست عبدالعزیز صاحب اپنے ایکسپریس ہریان ڈائریٹر کی غنایت سے اٹروپیا کا جام زہری کے ایسے بڑے کہ جینے کی کوئی امید نہ تھی مگر مسیحا نفس ڈاکٹر کی معجز نمانی نے انھیں بستر مرگ پر سے اٹھانے کے کھڑا کر دیا۔ اور ساری دنیا حیرت زدہ تھی کہ مردہ کیسے جی اٹھا؟ خیر خدا خدا کر کے خطرہ دور ہوا اور غسل صحت بھی ہو گیا۔ مگر چوٹ ایسی نہ تھی کہ دور ہونے پر بھی اس کا کچھ نہ کچھ اثر نہ باقی رہتا۔ نظر میں ایک اضطراب پیدا ہوا اور دماغ اوہام باطلہ کا مرکز بن گیا۔

پہلے تو ہم نے مدت دراز کی جدائی کے بعد ان میں تغیر پایا تھا یہ کی آنکھوں سے دیکھتے ہی دیکھتے وہ کچھ سے کچھ ہو گئے صورت وہی ہے شکل

تختوں کا چوکا بچھا ہے۔ ایک جانب میز اور چند کرسیاں ہیں۔ لوگ کچھ کرسیوں پر ہیں کچھ تخت پر۔ اور کسی مقدمے کا تذکرہ چھڑا ہوا ہے۔ دیواروں پر ہمارے کوٹ صاحب کے اگلے مذاق مصوری کی یادگار چند تصویریں ہیں۔ تختوں کے پاس صدر میں ایک دیوان خانہ بنا ہوا ہے۔ جسکے اوپر والے کانس کے اوپر کی الماری۔ اور الماری کی اوپر والی محراب۔ تینوں دلچسپ کھلونوں اور مٹی کی مورقون کے مرکز بنی ہوئی ہیں۔ سب کے اوپر ایک پرانی دولت مغلیہ کے سچے حسن و عشق کی تصویر ہے جس میں جہانگیر و نور جہان کی عاشقانہ زندگی کا ایک ولولہ خیز کرشمہ اور بقیاب کر دینے والا منظر دکھایا گیا ہے۔ اُسکے نیچے محراب کے اندر چند مٹی کی مورتیں ہیں جن میں کھنڈ کے صاحب کمال کھارنے اپنے ہاتھوں سے مصور کے موقلم اور شاعر کی خیالی آفرینی کے کمال کیجا کر دیے ہیں۔ ایک زڈی حسن فروشی کے شرناک غرور پر کھڑی اتر رہی ہے۔ ایک دیسی بیئے کی جو او بن مٹن کے گھر میں کھڑی ہوئی ہے کہ بیس میان پر اپنی موہنی سورت کا جادو ڈالے۔ ایک مارواڑی دکاندار کی پری جال ہو گھونگھٹ نکالے۔ ایک ہاتھ میں لہنگا سنبھالے اور دوسرے ہاتھ کو ایسی کا فر اجرائی کی ادا سے ایک نازک و بگاش خم کے ساتھ آگے بڑھائے کیلئے سسرال جا رہی ہے کہ فلم اُس کی داؤن کے ادا کرنے سے عاجز ہے۔ ایک ہندو جٹا دھاری بے نیاز سی کے لباس میں ہوس پرستی کے کرشمے دکھا رہا ہے۔ اور ان سب کے بیچ میں ایک نواب صاحب سر پر ٹیڑھی ٹوپی جھانے کھڑے ہیں گویا نظر بازی کا لپکا انہیں سینوں کے مجمع میں کھینچ لایا ہے۔

اس محراب کے نیچے آتش خانے کی کانس پر ایک سلونی اور چیلر سلمان صوبن کندھے پر کپڑوں کی گھڑی ڈالے۔ بائیں گھر سے کھڑی اپنے شوخ و بدین سے تیار ہی ہے کہ جو اپنی اور حسن کی دولت خدا کسی رزل کو نہ دے اُسکے برابر ہی ایک بد قطع دھوبی نقطہ دھوبی باندھے اور کپڑوں کی گھڑی پیسے پڑا ہے۔ اور تیار رہا ہے کہ ان بی صاحبہ کی اصل حقیقت یہ ہے۔ یوں ہے اُن کا دماغ عرش پر پوینچ جائے۔

اس کو بھی ایک مدت گزر گئی۔ چند روز بعد سنا کہ ہمارے دوست لکھنؤ کے کورٹ انسپکٹر ہو گئے۔ لیکن ایسا یہ بے درست و پائی تھی کہ وہ تو لکھنؤ میں آئے اور ہم حیدر آباد میں تھے۔ آخر قکوڑے دنوں ترسا کے زمانہ ہمیں بھی لکھنؤ میں لے آیا۔ مگر بیان آنے کے بعد بھی ہم ایک زمانے تک کچھ ایسے افکار میں پھنسے رہے کہ طے لگنی نوبت نہ آئی۔ مگر کب تک پیرانی کشش نے زور بازو نہا شروع کیا۔ اور آخر اُن کے دروازے تک پہنچ ہی لے گئی۔ پولیس کی ملازمت نشیبِ فرائز زمانہ کے تجربوں۔ اور عہدے کی ترقیوں نے اب اُنھیں وہ پُرانا عبد العزیز تو باقی نہیں رکھا تھا۔ لیکن ہاں دو چار اگلی ادائیں باقی تھیں جنہوں نے یقین دلا یا کہ چاہے وہ پُرانا عبد العزیز نہ ملے مگر یہ نیا عبد العزیز بھی مرے کا ہے۔ اگلی سا دگی کے اوپر مسامت و معاملہ تھی کا خلافت بیشک چڑھ گیا ہے مگر بے تکلفی زندہ دلی اور یار باشی بتا رہی ہے کہ اگر یہ وہ پُرانا دوست نہیں تو اسے یاد ضرور دلاتا ہے۔ اس زندہ دلی کے اندر خلوص کے رنگ کی بھی ہلکی سی چھٹیٹ دکھائی دی۔ اور بھولے سے ”بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارد“ پھر ہم محبت کا بندہ بنا دیا۔ غرض اگلا اُنس تازہ ہو کے ترقی کرنے لگا۔ اور حالت ہو گئی کہ دنیا کے جھگڑوں سے چھٹی ہوئی اور اپنے دوست کے پاس بیٹھے ہیں۔ ہمارے دوست پولیس کے ایک ذی اقتدار اور صاحب اثر عہدہ دار تھے۔ اور ہر وقت اُن کے گروا فسران پولیس کا مجمع رہا کرتا جو چیز ہمیں کبھی گراں گذرتی۔ مگر اُن کا ٹون کی طرح برداشت کر لیا کرتے جو بگایہ بینی کے وقت اکثر اقدار میں چھپ جاتا کرتے ہیں۔ ہمیں ادبی مذاق اور جامِ شاعری کے نشے نے دنیاوی ہنگاموں سے غافل و بے پروا کر دیا ہے۔ چنانچہ لوگ تو ہمارے دوست کی صحبت میں جب دیکھے مقدموں اور فوجداری عدالتوں کے جھگڑوں میں مبتلا رہتے مگر ہمارے خیال کو اُنکے کمرے کی صرف اُن چیزوں سے واسطہ رہتا جو ہمیں آسانی کے ساتھ واقفیت کے پر خطر میدان سے نکال کے خیال آرائی کے پر لطف باغ میں پہنچا دیتیں۔

غرض ہماری اوہ ہمارے دوست کی صحبت کا یہ رنگ تھا کہ کمرے میں

نہیں بدلتی نہ اُن کی صورت و حالت میں کوئی فرق آنے پایا ہے اور نہ اُن کے انداز و عمر میں کوئی تغیر نمودار ہوا۔ لندن کے تصویر دار رسالہ "اسکچ" میں نسبت تک ایک دلچسپ سلسلہ "ایز بین ایڈ ڈاگ" یعنی جیسے میان و پیا کتا" مدتوں جاری رہا۔ جس میں عجیب عجیب عنوانوں سے دکھایا جاتا کہ کتا و پیا ہی ہے جیسے اُس کے میان ہیں۔ بخلاف اس کے یہاں کتے کو میان سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

ہمارے دوست منشی عبدالعزیز صاحب بڑے قابل۔ ذہین۔ طباع۔ زندہ دل۔ یار باش اور نہایت ہی خوش مذاق واقع ہوئے ہیں تیس سال کا زمانہ ہوا کہ ایک خاص موقع پر کانپور میں اُن سے ملاقات ہو گئی۔ اور انہیں باوجود پولیس کی ملازمت کے ادبی مذاق اور انتشار و بازی کے مشغلے میں مصروف دیکھ کے ہم نہایت ہی محظوظ ہوئے۔ ہم مذاقی عجیب چرچے اور دنیا میں سب سے بڑی نعمت الہی ہی ہے۔ پہلی صحبت میں اُن سے اس قدر اُنس ہو گیا کہ ایک گفٹری بھر کا ملنا مدتوں کے لیے پر لطف یادداشتوں کا ایک بڑا بھاری ذخیرہ دماغ میں جمع کر دیا کرتا۔ مگر افسوس یوں مل کے جو چھوٹے تو مدتوں صورت نہ دکھائی دی۔ اور وہی ہوا جو کسی شاعر نے کہا ہے کہ صبح

او بصر رفت و ما در کوچہ ہار و اشدم

اس عہد فراق میں ہم تو عالم خیالی میں بارہا اُن سے ملے۔ مگر نہیں معلوم اُن ملاقاتوں کی اُنہیں بھی خبر ہوئی یا نہیں۔ ایک مدت کے بعد اُن کے ادبی مذاق کا یہ نمونہ نظر آیا کہ "اخلاق عزیزی" نام ایک نہایت ہی اعلیٰ درجے کی اخلاقی کتاب کہیں سے ہاتھ آگئی جس کی لوح پر لکھا تھا۔ "یہ قدیم الامام کے حکیم سنیکا کی کتاب ہے جبکہ ترجمہ منشی عبدالعزیز صاحب نے کیا ہے۔" دیکھتے ہی

"سلی بھڑک اٹھی نگہ انتظار کی"

اور شوق ملاقات نے جوش مارا۔ مگر ملنا آسان نہ تھا۔ دل کو یہ کہ کے تسلی دے لی کہ "نہیں ملتے نہ سہی" یہ کیا کم ہے کہ اپنے قدیم علمی مشغلے کو نہیں بھولے

آرین نہیں ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ گونہٹ ہندوؤں کے پولیٹیکل مصالح کے لحاظ سے اُن کو خواہ مخواہ ہندو بنادے۔ ایسے غریبوں تھوڑی حیثیت رکھنے والوں اور ہر معزز و بابر سے نکالے ہوؤں کے لیے صرف اسلام ایسا آغوشِ شوق کھولے ہوئے ہے۔ اور ایک کلمہ توحید کے اظہار کے ساتھ ہی آنکھوں پر بٹھانے کو تیار ہے۔

مگر افسوس کہ ہندوستان کے خود پرست مسلمانوں نے ہندوؤں سے مانگی ہوئی شرافت پر نازان ہو کر اپنے آپ کو ہندو بنالیا۔ اب بھی وہ آریہ ورت والوں کی طرح کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتے۔ خیر شرافت تو مل گئی۔ گو وہ کراہت کی ہو۔ اگرچہ نور اسلام خصمت ہو گیا۔

مسلمانوں کو اُنکے اس مرض کی جانب ہم نے اگست کے دلدل ازہن توجہ دلائی تھی۔ جسے پڑھ کے اور کسی کے کان پر تو جوں بھی نہ رہیگی۔ مگر ایڈیٹر صاحب اخبار روز (قادیان) بڑے زور و شور سے ہماری تائید پر آمادہ ہو گئے۔ انھوں نے مسلمانوں کے اس مشرکانہ تعصب کے دو ایسے عبرتناک نمونے دکھائے جنہیں پڑھ کے شرم آتی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ اب اس کی طرف عملی توجہ کی جائے۔

ہمارے دوست کورٹ انسپٹر صاحب کے بڈاگ

ہمارے دوست منشی محمد عبدالعزیز صاحب سابق کورٹ انسپٹر لکھنؤ اگرچہ فضیلہ تعالیٰ زندہ و سلامت ہیں۔ مگر وہ نہیں رہے جو تھے۔ صورت وہی ہے۔ آواز وہی ہے۔ باتیں وہی ہیں۔ مگر فرائج اور خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ وہ پُراٹے دوست عبدالعزیز ہی نہیں باقی رہے۔ مگر اُنکے ادنیٰ کے کہتوں نے کچھ ایسی عمر ابد اور لازوال ہستی پائی ہے کہ اُن کی وضع

”سیکڑوں“ کی جگہ ”سینکڑوں“۔ جو لوگ تمباکو کھتے ہیں وہ حضرات غنہ کو شنبہ لکھنے پر کھن نہیں آمادہ ہوتے؟ ان پچیس تیس سال میں ہی میل دھارہ میں تو بدتر دین (بدرا الدین) اسی ہی الدین (میراج الدین) دیکھ لیجیے گا۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات کا نازک ہونا خوب گل کھل رہا ہے۔ اُدھر ہندوؤں نے مردم شماری میں گنوا ری اور دیہاتی زبان کو ہندی قرار دے کے کوشش شروع کی کہ ہندی بولنے والوں کی کثرت ثابت کریں اور اردو زبان کو (جس کی نسبت اُنھیں عجیب و غریب ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کی زبان ہے گو اُسے وہ خود بھی بولتے ہیں) زک دین۔ اور صراحتاً انڈیا مسلم لیگ نے گورنمنٹ کو اس جانب توجہ دلائی کہ ادنیٰ اور شور قوموں کو ہندوؤں کے زمرے میں شامل نہ کیا جائے کیونکہ یہ لوگ آریں نہیں ہیں۔ اور اُنکے دوپوتا بھی دوسرے ہیں۔ ہندو اُنھیں اپنا شریک کر کے اپنی کثرت ثابت کرنے کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ چاہے ہمارے نوکل بمصر ایڈوکیٹ خننا ہو جائیں گرات معقول ہے۔

اس قسم کے اختلافات سے خیر اور کوئی فائدہ ہوا نہ ہو مگر معاملات کی تحقیق تو خوب ہو جاتی ہے۔ واقعی شور قوموں کو ہندوؤں کے زمرے میں رائج کرنا ہندوؤں کی توہین ہے۔ کیونکہ وہ صرف مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ہندو (یعنی ہندی) کہنے لگے۔ دراصل نہ اُنھیں کبھی ہندوؤں نے ہندو مانا تھا اور نہ وہ خود اپنے آپ کو ہندو خیال کرتے تھے۔ اگر اتنی ہی بنیاد پر وہ ہندو مانے جاتے ہیں کہ ان پر ہندوؤں کا اثر پڑا ہوا ہے تو پھر سکھوں۔ جاتکھیوں۔ کیرتیھیوں اور اسی طرح کے صدہا گروہوں کو مسلمان لکھا جانا چاہیے جو مسلمانوں کے اثر سے ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں۔

اگر گورنمنٹ نے لیگ کے کہنے پر ابھی غل نہیں کیا ہے تو آئندہ کریگی۔ اُسے اپنی کوشش سے دست بردار نہ ہونا چاہیے۔ جب یہ سچ ہے کہ ادنیٰ قوم والے

خداوند را که در این دنیا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره

در این دنیا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا - چو کز آفتاب و ماه و ستاره

چو کز آفتاب و ماه و ستاره
در آسمان و در زمین و در دریا

ج۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

[illegible]

Handwritten Persian text, likely a continuation of the manuscript's content.

[illegible][illegible][illegible]

۱- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.
 ۲- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.
 ۳- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.
 ۴- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.
 ۵- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.
 ۶- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.
 ۷- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.
 ۸- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.
 ۹- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.
 ۱۰- در این کتاب که در دسترس است و به نام "تذکره" مشهور است،
 در مورد تاریخچه و سوابق این شهر و مردم آن مطالبی ذکر شده است.

Handwritten text in Urdu script, likely a continuation of the previous page's content.

۱- در این کتاب
 ۲- در این کتاب
 ۳- در این کتاب
 ۴- در این کتاب
 ۵- در این کتاب
 ۶- در این کتاب
 ۷- در این کتاب
 ۸- در این کتاب
 ۹- در این کتاب
 ۱۰- در این کتاب

Handwritten Persian text, likely a continuation of a letter or document, written in a cursive style. The text is dense and fills most of the page.

[illegible]

五

[illegible]

۱- در این صورت

[illegible]

۱۸۵۱
 ۱۸۵۲
 ۱۸۵۳
 ۱۸۵۴
 ۱۸۵۵
 ۱۸۵۶
 ۱۸۵۷
 ۱۸۵۸
 ۱۸۵۹
 ۱۸۶۰
 ۱۸۶۱
 ۱۸۶۲
 ۱۸۶۳
 ۱۸۶۴
 ۱۸۶۵
 ۱۸۶۶
 ۱۸۶۷
 ۱۸۶۸
 ۱۸۶۹
 ۱۸۷۰
 ۱۸۷۱
 ۱۸۷۲
 ۱۸۷۳
 ۱۸۷۴
 ۱۸۷۵
 ۱۸۷۶
 ۱۸۷۷
 ۱۸۷۸
 ۱۸۷۹
 ۱۸۸۰
 ۱۸۸۱
 ۱۸۸۲
 ۱۸۸۳
 ۱۸۸۴
 ۱۸۸۵
 ۱۸۸۶
 ۱۸۸۷
 ۱۸۸۸
 ۱۸۸۹
 ۱۸۹۰
 ۱۸۹۱
 ۱۸۹۲
 ۱۸۹۳
 ۱۸۹۴
 ۱۸۹۵
 ۱۸۹۶
 ۱۸۹۷
 ۱۸۹۸
 ۱۸۹۹
 ۱۹۰۰
 ۱۹۰۱
 ۱۹۰۲
 ۱۹۰۳
 ۱۹۰۴
 ۱۹۰۵
 ۱۹۰۶
 ۱۹۰۷
 ۱۹۰۸
 ۱۹۰۹
 ۱۹۱۰
 ۱۹۱۱
 ۱۹۱۲
 ۱۹۱۳
 ۱۹۱۴
 ۱۹۱۵
 ۱۹۱۶
 ۱۹۱۷
 ۱۹۱۸
 ۱۹۱۹
 ۱۹۲۰
 ۱۹۲۱
 ۱۹۲۲
 ۱۹۲۳
 ۱۹۲۴
 ۱۹۲۵
 ۱۹۲۶
 ۱۹۲۷
 ۱۹۲۸
 ۱۹۲۹
 ۱۹۳۰
 ۱۹۳۱
 ۱۹۳۲
 ۱۹۳۳
 ۱۹۳۴
 ۱۹۳۵
 ۱۹۳۶
 ۱۹۳۷
 ۱۹۳۸
 ۱۹۳۹
 ۱۹۴۰
 ۱۹۴۱
 ۱۹۴۲
 ۱۹۴۳
 ۱۹۴۴
 ۱۹۴۵
 ۱۹۴۶
 ۱۹۴۷
 ۱۹۴۸
 ۱۹۴۹
 ۱۹۵۰
 ۱۹۵۱
 ۱۹۵۲
 ۱۹۵۳
 ۱۹۵۴
 ۱۹۵۵
 ۱۹۵۶
 ۱۹۵۷
 ۱۹۵۸
 ۱۹۵۹
 ۱۹۶۰
 ۱۹۶۱
 ۱۹۶۲
 ۱۹۶۳
 ۱۹۶۴
 ۱۹۶۵
 ۱۹۶۶
 ۱۹۶۷
 ۱۹۶۸
 ۱۹۶۹
 ۱۹۷۰
 ۱۹۷۱
 ۱۹۷۲
 ۱۹۷۳
 ۱۹۷۴
 ۱۹۷۵
 ۱۹۷۶
 ۱۹۷۷
 ۱۹۷۸
 ۱۹۷۹
 ۱۹۸۰
 ۱۹۸۱
 ۱۹۸۲
 ۱۹۸۳
 ۱۹۸۴
 ۱۹۸۵
 ۱۹۸۶
 ۱۹۸۷
 ۱۹۸۸
 ۱۹۸۹
 ۱۹۹۰
 ۱۹۹۱
 ۱۹۹۲
 ۱۹۹۳
 ۱۹۹۴
 ۱۹۹۵
 ۱۹۹۶
 ۱۹۹۷
 ۱۹۹۸
 ۱۹۹۹
 ۲۰۰۰
 ۲۰۰۱
 ۲۰۰۲
 ۲۰۰۳
 ۲۰۰۴
 ۲۰۰۵
 ۲۰۰۶
 ۲۰۰۷
 ۲۰۰۸
 ۲۰۰۹
 ۲۰۱۰
 ۲۰۱۱
 ۲۰۱۲
 ۲۰۱۳
 ۲۰۱۴
 ۲۰۱۵
 ۲۰۱۶
 ۲۰۱۷
 ۲۰۱۸
 ۲۰۱۹
 ۲۰۲۰
 ۲۰۲۱
 ۲۰۲۲
 ۲۰۲۳
 ۲۰۲۴
 ۲۰۲۵
 ۲۰۲۶
 ۲۰۲۷
 ۲۰۲۸
 ۲۰۲۹
 ۲۰۳۰
 ۲۰۳۱
 ۲۰۳۲
 ۲۰۳۳
 ۲۰۳۴
 ۲۰۳۵
 ۲۰۳۶
 ۲۰۳۷
 ۲۰۳۸
 ۲۰۳۹
 ۲۰۴۰
 ۲۰۴۱
 ۲۰۴۲
 ۲۰۴۳
 ۲۰۴۴
 ۲۰۴۵
 ۲۰۴۶
 ۲۰۴۷
 ۲۰۴۸
 ۲۰۴۹
 ۲۰۵۰
 ۲۰۵۱
 ۲۰۵۲
 ۲۰۵۳
 ۲۰۵۴
 ۲۰۵۵
 ۲۰۵۶
 ۲۰۵۷
 ۲۰۵۸
 ۲۰۵۹
 ۲۰۶۰
 ۲۰۶۱
 ۲۰۶۲
 ۲۰۶۳
 ۲۰۶۴
 ۲۰۶۵
 ۲۰۶۶
 ۲۰۶۷
 ۲۰۶۸
 ۲۰۶۹
 ۲۰۷۰
 ۲۰۷۱
 ۲۰۷۲
 ۲۰۷۳
 ۲۰۷۴
 ۲۰۷۵
 ۲۰۷۶
 ۲۰۷۷
 ۲۰۷۸
 ۲۰۷۹
 ۲۰۸۰
 ۲۰۸۱
 ۲۰۸۲
 ۲۰۸۳
 ۲۰۸۴
 ۲۰۸۵
 ۲۰۸۶
 ۲۰۸۷
 ۲۰۸۸
 ۲۰۸۹
 ۲۰۹۰
 ۲۰۹۱
 ۲۰۹۲
 ۲۰۹۳
 ۲۰۹۴
 ۲۰۹۵
 ۲۰۹۶
 ۲۰۹۷
 ۲۰۹۸
 ۲۰۹۹
 ۲۱۰۰
 ۲۱۰۱
 ۲۱۰۲
 ۲۱۰۳
 ۲۱۰۴
 ۲۱۰۵
 ۲۱۰۶
 ۲۱۰۷
 ۲۱۰۸
 ۲۱۰۹
 ۲۱۱۰
 ۲۱۱۱
 ۲۱۱۲
 ۲۱۱۳
 ۲۱۱۴
 ۲۱۱۵
 ۲۱۱۶
 ۲۱۱۷
 ۲۱۱۸
 ۲۱۱۹
 ۲۱۲۰
 ۲۱۲۱
 ۲۱۲۲
 ۲۱۲۳
 ۲۱۲۴
 ۲۱۲۵
 ۲۱۲۶
 ۲۱۲۷
 ۲۱۲۸
 ۲۱۲۹
 ۲۱۳۰
 ۲۱۳۱
 ۲۱۳۲
 ۲۱۳۳
 ۲۱۳۴
 ۲۱۳۵
 ۲۱۳۶
 ۲۱۳۷
 ۲۱۳۸
 ۲۱۳۹
 ۲۱۴۰
 ۲۱۴۱
 ۲۱۴۲
 ۲۱۴۳
 ۲۱۴۴
 ۲۱۴۵
 ۲۱۴۶
 ۲۱۴۷
 ۲۱۴۸
 ۲۱۴۹
 ۲۱۵۰
 ۲۱۵۱
 ۲۱۵۲
 ۲۱۵۳
 ۲۱۵۴
 ۲۱۵۵
 ۲۱۵۶
 ۲۱۵۷
 ۲۱۵۸
 ۲۱۵۹
 ۲۱۶۰
 ۲۱۶۱
 ۲۱۶۲
 ۲۱۶۳
 ۲۱۶۴
 ۲۱۶۵

وہ بتائیں، زور اور سہولت سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو

سہولت زبان

۱۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۲۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۳۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۴۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۵۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۶۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۷۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۸۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۹۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۱۰۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰

زبان کی چھتہ چھتہ

۱۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۲۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۳۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۴۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۵۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۶۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۷۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۸۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۹۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰
۱۰۔ چھتہ چھتہ سے زبان کی چھتہ چھتہ ہو اور ۱۰۰

۱۔ کہ جس نے اس کو دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا
 چہرہ جیسے آفتاب کی کرنیں ہیں اور اس کی آنکھیں
 جیسے دو تارے ہیں۔ اس کی آواز جیسے گلاب کی
 خوشبو ہے۔ اس کی ہر بات میں حکمت ہے۔ اس کی ہر
 حرکت میں شہادت ہے۔ اس کی ہر چیز میں
 حیرت ہے۔ اس کی ہر بات میں حقیقت ہے۔ اس کی
 ہر چیز میں کمال ہے۔ اس کی ہر بات میں
 حقیقت ہے۔ اس کی ہر چیز میں کمال ہے۔

۲۔ کہ جس نے اس کو دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا
 چہرہ جیسے آفتاب کی کرنیں ہیں اور اس کی آنکھیں
 جیسے دو تارے ہیں۔ اس کی آواز جیسے گلاب کی
 خوشبو ہے۔ اس کی ہر بات میں حکمت ہے۔ اس کی ہر
 حرکت میں شہادت ہے۔ اس کی ہر چیز میں
 حیرت ہے۔ اس کی ہر بات میں حقیقت ہے۔ اس کی
 ہر چیز میں کمال ہے۔ اس کی ہر بات میں
 حقیقت ہے۔ اس کی ہر چیز میں کمال ہے۔

۳۔ کہ جس نے اس کو دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا
 چہرہ جیسے آفتاب کی کرنیں ہیں اور اس کی آنکھیں
 جیسے دو تارے ہیں۔ اس کی آواز جیسے گلاب کی
 خوشبو ہے۔ اس کی ہر بات میں حکمت ہے۔ اس کی ہر
 حرکت میں شہادت ہے۔ اس کی ہر چیز میں
 حیرت ہے۔ اس کی ہر بات میں حقیقت ہے۔ اس کی
 ہر چیز میں کمال ہے۔ اس کی ہر بات میں
 حقیقت ہے۔ اس کی ہر چیز میں کمال ہے۔

711

Handwritten text in Urdu script, likely a continuation of the letter or a separate note. The text is written diagonally across the page.

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

[illegible]

۱۱۱

جیجی

11

وہی ہے جو کہ اس کے لئے ہے۔ اور وہی ہے جو کہ اس کے لئے ہے۔

141

پیش از این در این کتاب

۱۵۹

[illegible]

[illegible][illegible][illegible]

[illegible]

وہ چاہتے

[illegible]

[illegible]

جی اساتذہ کرام

کرم الله وجهه

چند روزی که در آنجا بودم، و چون از آنجا باز آمدم،

سینجی شراح کز عرق کوه
از چرخ کوه کوه کوه کوه

Handwritten signature or name in Urdu script.

۱۰۹
 جہاں کی کشتی - بحرِ غم سے لڑ رہی ہے۔
 ۱۱۰
 جہاں کی کشتی - بحرِ غم سے لڑ رہی ہے۔

۱۱: جہانگیر کی پسر، جہانگیر

کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے

(سید) (سید) (سید) (سید)

کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے

(سید) (سید) (سید) (سید)

کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے

(سید) (سید) (سید) (سید)

(سید) (سید) (سید) (سید)

کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے
کون چننے کے لئے جو کچھ ہے

فکر

فکر

و

فکر

جہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے

(پیر خانی) و سرور خانی

وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے

(سید) پیر خانی

وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے

(سید) پیر خانی

وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے

(پیر خانی) و سرور خانی

وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے
وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے

وہاں میں ہر شے اپنے جہاں میں ہے

ہر ایک کو اپنے حق پہنچانے کے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے

(سید)

اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے

(سید)

اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے

(سید)

اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے
 اور اپنے حق کو اپنے لئے

(سید)

پیشانی

[illegible]

کے ساتھ

129

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

“ॐ नमो भगवते वासुदेवाय”

16-56174

ۛۛۛۛۛۛۛ

[illegible]

تشیخ و تحقیق در تاریخ و جغرافیای ایران

حسنہ لکھنؤ، ۱۷-۱۸-۱۹۰۷ء

১৯৩৭

ایں کتب خانہ کے لیے جو کتب خریدیں گے ان کی قیمتیں

[illegible]

۱۰۸

ذکر آنجا که در این کتاب آمده است

وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہاں ایک بڑا سا گھر تھا جس کے دروازے پر ایک لکڑی کی تختی تھی جس پر لکھا تھا کہ "ہیروئن"۔

میں نے اس کو دیکھا ہے۔

میں نے اس کو دیکھا ہے۔

[illegible]

اسی طرح،

پرچم تہا

میز فضا

مفتی

(تہذیب و ثقافت)

۱۲۱۵۱۶۱۷۱۸۱۹۲۰۲۱۲۲۲۳۲۴۲۵۲۶۲۷۲۸۲۹۳۰۳۱۳۲۳۳۳۴۳۵۳۶۳۷۳۸۳۹۴۰۴۱۴۲۴۳۴۴۴۵۴۶۴۷۴۸۴۹۵۰۵۱۵۲۵۳۵۴۵۵۵۶۵۷۵۸۵۹۶۰۶۱۶۲۶۳۶۴۶۵۶۶۶۷۶۸۶۹۷۰۷۱۷۲۷۳۷۴۷۵۷۶۷۷۷۸۷۹۸۰۸۱۸۲۸۳۸۴۸۵۸۶۸۷۸۸۸۹۹۰۹۱۹۲۹۳۹۴۹۵۹۶۹۷۹۸۹۹۱۰۰

(۱) $\frac{1}{x^2} = x^{-2}$

1764

(۱) کرپا کرپا

ترتیب و از قبل، و از بعد از آنکه

از کجای میزند - جبهه نه اولی از کجای میزند

کتاب: سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۰۰

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥ १ ॥
 ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥ २ ॥

[illegible]

ကိန်းစာတို့

(۱-۲) (۱-۲) (۱-۲)

[illegible][illegible]

تاریخ اسلام - جلد اول

میں نے اس کو پہچان لیا۔ وہ میری ہی ہے۔

[illegible]

779 (2)

مؤید و جلیل القدر است

۹- در این باره هیچ گونه استنادی وجود ندارد.

[illegible]

فِي خِيَارِهِ تَعْلِيْقُهَا بِمَا يَشَاءُ

۱- شیخ محمد بن اسماعیل بن علی بن ابی حمزہ

مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔ ۱۹۷۷ء۔ ۱۰۰ صفحات

۱۶

میں نے جی

آفتاب و ماه

(در بیان سوره)

سوره

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

(در بیان سوره)

الحمد لله رب العالمين

والصلاة والسلام على

سيدنا محمد وآله

(در بیان سوره)

الحمد لله رب العالمين

والصلاة والسلام على

سيدنا محمد وآله

الطيبين الطاهرين

عليهم السلام

والصلاة والسلام على

سيدنا محمد وآله

الطيبين الطاهرين

عليهم السلام

والصلاة والسلام على

سيدنا محمد وآله

الطيبين الطاهرين

عليهم السلام

والصلاة والسلام على

سيدنا محمد وآله

الطيبين الطاهرين

عليهم السلام

ان کی زندگی گزارنے میں وہ ہے۔
وہ بہترین اور نیکو ہے۔ اور وہ
آرام دہ اور دلچسپ ہے۔ اور وہ

جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔
جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔

جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔
جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔

جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔
جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔

جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔
جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔

جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔
جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔

جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔
جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔

جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔
جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔ جی اے۔

[illegible]

[Signature]

[illegible]

خبر و خبر در این کتاب

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲

הנהגתו: תורה ודבר
הנהגתו: תורה ודבר

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲

۱- در این کتاب
 ۲- در این کتاب
 ۳- در این کتاب

10

157

۱۲

نامہ

117867

دانشگاه تهران

סוף דברי ר' יוחנן

سید الشہداءؑ

१३०

وہاں سے آکر آج کل کے

9

میں نے یہ سب کچھ

مفتی

(ア) 欠

مکتبہ

حق

میں

(ادریہ سیر) حق

1991

و اما در این باب

که گفتیم در این باب
که در این باب
که در این باب

و اما در این باب
که گفتیم در این باب
که در این باب
که در این باب
که در این باب
که در این باب

و اما در این باب

که گفتیم در این باب

که در این باب
که در این باب

که گفتیم در این باب
که در این باب
که در این باب
که در این باب

که در این باب
که در این باب
که در این باب
که در این باب

که گفتیم در این باب

و اما در این باب

ذی الحجه ۱۲۸۵
 ۱۲۸۵

(۱۲) ۱۳۰۰ هجری قمری

(۷) اہل بیت علیہم السلام

۱- کتب و کتب - ۲- کتب و کتب
 ۳- کتب و کتب - ۴- کتب و کتب
 ۵- کتب و کتب - ۶- کتب و کتب
 ۷- کتب و کتب - ۸- کتب و کتب
 ۹- کتب و کتب - ۱۰- کتب و کتب
 ۱۱- کتب و کتب - ۱۲- کتب و کتب
 ۱۳- کتب و کتب - ۱۴- کتب و کتب
 ۱۵- کتب و کتب - ۱۶- کتب و کتب
 ۱۷- کتب و کتب - ۱۸- کتب و کتب
 ۱۹- کتب و کتب - ۲۰- کتب و کتب
 ۲۱- کتب و کتب - ۲۲- کتب و کتب
 ۲۳- کتب و کتب - ۲۴- کتب و کتب
 ۲۵- کتب و کتب - ۲۶- کتب و کتب
 ۲۷- کتب و کتب - ۲۸- کتب و کتب
 ۲۹- کتب و کتب - ۳۰- کتب و کتب
 ۳۱- کتب و کتب - ۳۲- کتب و کتب
 ۳۳- کتب و کتب - ۳۴- کتب و کتب
 ۳۵- کتب و کتب - ۳۶- کتب و کتب
 ۳۷- کتب و کتب - ۳۸- کتب و کتب
 ۳۹- کتب و کتب - ۴۰- کتب و کتب
 ۴۱- کتب و کتب - ۴۲- کتب و کتب
 ۴۳- کتب و کتب - ۴۴- کتب و کتب
 ۴۵- کتب و کتب - ۴۶- کتب و کتب
 ۴۷- کتب و کتب - ۴۸- کتب و کتب
 ۴۹- کتب و کتب - ۵۰- کتب و کتب
 ۵۱- کتب و کتب - ۵۲- کتب و کتب
 ۵۳- کتب و کتب - ۵۴- کتب و کتب
 ۵۵- کتب و کتب - ۵۶- کتب و کتب
 ۵۷- کتب و کتب - ۵۸- کتب و کتب
 ۵۹- کتب و کتب - ۶۰- کتب و کتب
 ۶۱- کتب و کتب - ۶۲- کتب و کتب
 ۶۳- کتب و کتب - ۶۴- کتب و کتب
 ۶۵- کتب و کتب - ۶۶- کتب و کتب
 ۶۷- کتب و کتب - ۶۸- کتب و کتب
 ۶۹- کتب و کتب - ۷۰- کتب و کتب
 ۷۱- کتب و کتب - ۷۲- کتب و کتب
 ۷۳- کتب و کتب - ۷۴- کتب و کتب
 ۷۵- کتب و کتب - ۷۶- کتب و کتب
 ۷۷- کتب و کتب - ۷۸- کتب و کتب
 ۷۹- کتب و کتب - ۸۰- کتب و کتب
 ۸۱- کتب و کتب - ۸۲- کتب و کتب
 ۸۳- کتب و کتب - ۸۴- کتب و کتب
 ۸۵- کتب و کتب - ۸۶- کتب و کتب
 ۸۷- کتب و کتب - ۸۸- کتب و کتب
 ۸۹- کتب و کتب - ۹۰- کتب و کتب
 ۹۱- کتب و کتب - ۹۲- کتب و کتب
 ۹۳- کتب و کتب - ۹۴- کتب و کتب
 ۹۵- کتب و کتب - ۹۶- کتب و کتب
 ۹۷- کتب و کتب - ۹۸- کتب و کتب
 ۹۹- کتب و کتب - ۱۰۰- کتب و کتب

(عربی میں) حضرت

(۱) اے اللہ! میری زندگی کو بھلا کر دے۔
میرا دل صاف رکھ۔

مفتی

۱- در این کتاب
 ۲- از این کتاب
 ۳- در این کتاب
 ۴- از این کتاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۹۹۷

תאריך: _____

[illegible]

مفتی محمد رفیع

محبوبه اقبال
 و در این شهر اقبال
 و در این شهر اقبال
 و در این شهر اقبال

(حضرت سید) مقتدا

١٩٩٩

سیدنا محمد

از بهر آنکه در این کتاب
از بهر آنکه در این کتاب

در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

در این کتاب

از بهر آنکه در این کتاب

(حزق و حقیقت)

آنکه در این عالم

مستغرق است و در این عالم

مستغرق است

و در این عالم

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

مستغرق است

لحم

لحم

لحم

لحم

لحم

لحم

لحم

لحم

لحم

ذات احدی که

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

نیزه ای که در میان

و شش بخت

از چرخ و کای رخ

(حج) بر

— در میان کرم و عریان
از این بخت و آن بخت و آن بخت و آن بخت
تا به سر آمدن هر یک از این بخت و آن بخت
در هر یک از این بخت و آن بخت و آن بخت
و آن بخت و آن بخت و آن بخت و آن بخت

یختی

خاک و کرم و کرم و کرم و کرم و کرم
و کرم و کرم و کرم و کرم و کرم و کرم

(حج) بر

یختی و شش بخت

(حج) بر

یختی

بخت و کرم و کرم و کرم و کرم و کرم

از این بخت و آن بخت و آن بخت و آن بخت
تا به سر آمدن هر یک از این بخت و آن بخت
در هر یک از این بخت و آن بخت و آن بخت
و آن بخت و آن بخت و آن بخت و آن بخت

یختی

بخت و کرم و کرم و کرم و کرم و کرم
تا به سر آمدن هر یک از این بخت و آن بخت
در هر یک از این بخت و آن بخت و آن بخت
و آن بخت و آن بخت و آن بخت و آن بخت

یختی

از این بخت و آن بخت و آن بخت و آن بخت

بخت و کرم و کرم و کرم و کرم و کرم

(حج) بر

بخت و کرم و کرم و کرم و کرم و کرم
تا به سر آمدن هر یک از این بخت و آن بخت
در هر یک از این بخت و آن بخت و آن بخت
و آن بخت و آن بخت و آن بخت و آن بخت

یختی

وادی که در آن است

از سر راه و در آن

تاریکی که در آن است و در آن
از راه که در آن است و در آن

از راه که در آن است

وادی که در آن است

(از راه که در آن است)
(از راه که در آن است)

از راه که در آن است

(از راه که در آن است و در آن)
از راه که در آن است

از راه که در آن است

(از راه که در آن است و در آن)
از راه که در آن است

وادی که در آن است

(از راه که در آن است)
از راه که در آن است

از راه که در آن است

(از راه که در آن است و در آن)

وادی که در آن است

از راه که در آن است

از راه که در آن است

از راه که در آن است

وادی که در آن است

وادی که در آن است

از راه که در آن است

از راه که در آن است

از راه که در آن است

وادی که در آن است

وادی که در آن است

از راه که در آن است

از راه که در آن است

از راه که در آن است

(از راه که در آن است)
از راه که در آن است

از راه که در آن است

از راه که در آن است

وادی که در آن است

وادی که در آن است

اے بھائی! یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ

دھتے

لکھ

دھتے

میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ

میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ

اے بھائی!

میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ

میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ

(دھتے)

اے بھائی!

میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ

میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ

میں نے سنا ہے کہ یہ سب باتیں کہتے ہیں کہ

لکھ

دھتے

گھسٹہ
موت

شہر آشور کج خلقی
کے لئے

گھسٹہ

کے لئے

موت

کے لئے

کے لئے

کے لئے

گھسٹہ

کے لئے

کے لئے

کے لئے

کے لئے

کے لئے

کے لئے

کے لئے

کے لئے

(۵)

کے لئے

کے لئے

کے لئے

کے لئے

گھسٹہ

کے لئے

کے لئے

اگر کسی کو شک ہو تو یہ بات پوچھ لیں۔

1777-1778

وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہاں ایک بڑا سا گھر تھا جس کے دروازے پر ایک لکڑی کی تختی لگی تھی جس پر لکھا تھا کہ "ہیروئن"۔

— ۱۷۸ —

در این کتاب که به زبان فارسی است

(Handwritten signature)

2018/01/01

بیت: سبکدوش است و سبکدوش است

میتواند : : محکم می باشد - در صورتی که

[illegible]

17/11/94

یہ سب چیزیں ایک ہی سہرا پر لٹکتی ہیں

[Handwritten signature]

میرزا محمد علی - میرزا محمد علی

1950年10月1日

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲

مجلس شورای اسلامی

[illegible]

پیوسته و پیوسته

[illegible]

3

میرزا - بند

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

(کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا)

(کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا)

۱۰۱ - ایک کمرہ بنایا گیا

میرزا - بند

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

میرزا - بند

میرزا - بند

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

میرزا - بند

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

میرزا - بند

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

میرزا - بند

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

میرزا - بند

کے شہزادے کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا

میرزا - بند

၁၅

اتر
 (۱) اتر کی گئی ہے اے میرے صاحب! میری عمر چھ گیارہ
 سال ہے۔ میں نے اپنے دل سے کہا ہے کہ میں
 تم سے نکاح کر لوں گی۔ تم میرے لئے
 میرے دل سے نکاح کر لو۔

(۳) تجربہ

(۱۰۰)

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय

(۱) میرزا محمد علی میرزا

ਅੰਤਰਿਕਸ਼ਿਕਾ

(2)

(۱) $\frac{1}{2} - \frac{1}{4} = \frac{1}{4}$ $\frac{1}{4} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{8}$ $\frac{1}{8} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{16}$ $\frac{1}{16} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{32}$ $\frac{1}{32} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{64}$ $\frac{1}{64} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{128}$ $\frac{1}{128} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{256}$ $\frac{1}{256} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{512}$ $\frac{1}{512} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{1024}$ $\frac{1}{1024} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{2048}$ $\frac{1}{2048} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4096}$ $\frac{1}{4096} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{8192}$ $\frac{1}{8192} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{16384}$ $\frac{1}{16384} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{32768}$ $\frac{1}{32768} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{65536}$ $\frac{1}{65536} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{131072}$ $\frac{1}{131072} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{262144}$ $\frac{1}{262144} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{524288}$ $\frac{1}{524288} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{1048576}$ $\frac{1}{1048576} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{2097152}$ $\frac{1}{2097152} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4194304}$ $\frac{1}{4194304} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{8388608}$ $\frac{1}{8388608} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{16777216}$ $\frac{1}{16777216} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{33554432}$ $\frac{1}{33554432} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{67108864}$ $\frac{1}{67108864} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{134217728}$ $\frac{1}{134217728} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{268435456}$ $\frac{1}{268435456} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{536870912}$ $\frac{1}{536870912} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{1073741824}$ $\frac{1}{1073741824} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{2147483648}$ $\frac{1}{2147483648} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4294967296}$ $\frac{1}{4294967296} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{8589934592}$ $\frac{1}{8589934592} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{17179869184}$ $\frac{1}{17179869184} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{34359738368}$ $\frac{1}{34359738368} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{68719476736}$ $\frac{1}{68719476736} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{137438953472}$ $\frac{1}{137438953472} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{274877906944}$ $\frac{1}{274877906944} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{549755813888}$ $\frac{1}{549755813888} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{1099511627776}$ $\frac{1}{1099511627776} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{2199023255552}$ $\frac{1}{2199023255552} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4398046511104}$ $\frac{1}{4398046511104} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{8796093022208}$ $\frac{1}{8796093022208} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{17592186044416}$ $\frac{1}{17592186044416} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{35184372088832}$ $\frac{1}{35184372088832} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{70368744177664}$ $\frac{1}{70368744177664} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{140737488355328}$ $\frac{1}{140737488355328} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{281474976710656}$ $\frac{1}{281474976710656} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{562949953421312}$ $\frac{1}{562949953421312} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{1125899906842624}$ $\frac{1}{1125899906842624} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{2251799813685248}$ $\frac{1}{2251799813685248} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4503599627370496}$ $\frac{1}{4503599627370496} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{9007199254740992}$ $\frac{1}{9007199254740992} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{18014398509481984}$ $\frac{1}{18014398509481984} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{36028797018963968}$ $\frac{1}{36028797018963968} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{72057594037927936}$ $\frac{1}{72057594037927936} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{144115188075855872}$ $\frac{1}{144115188075855872} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{288230376151711744}$ $\frac{1}{288230376151711744} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{576460752303423488}$ $\frac{1}{576460752303423488} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{1152921504606846976}$ $\frac{1}{1152921504606846976} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{2305843009213693952}$ $\frac{1}{2305843009213693952} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4611686018427387904}$ $\frac{1}{4611686018427387904} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{9223372036854775808}$ $\frac{1}{9223372036854775808} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{18446744073709551616}$ $\frac{1}{18446744073709551616} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{36893488147419103232}$ $\frac{1}{36893488147419103232} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{73786976294838206464}$ $\frac{1}{73786976294838206464} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{147573952589676412928}$ $\frac{1}{147573952589676412928} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{295147905179352825856}$ $\frac{1}{295147905179352825856} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{590295810358705651712}$ $\frac{1}{590295810358705651712} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{1180591620717411303424}$ $\frac{1}{1180591620717411303424} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{2361183241434822606848}$ $\frac{1}{2361183241434822606848} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4722366482869645213696}$ $\frac{1}{4722366482869645213696} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{9444732965739290427392}$ $\frac{1}{9444732965739290427392} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{18889465931478580854784}$ $\frac{1}{18889465931478580854784} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{37778931862957161709568}$ $\frac{1}{37778931862957161709568} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{75557863725914323419136}$ $\frac{1}{75557863725914323419136} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{151115727451828646838272}$ $\frac{1}{151115727451828646838272} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{302231454903657293676544}$ $\frac{1}{302231454903657293676544} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{604462909807314587353088}$ $\frac{1}{604462909807314587353088} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{1208925819614629174706176}$ $\frac{1}{1208925819614629174706$

(۱) $\frac{1}{x^2} = x^{-2}$ -

۴۵

مستبد است
تجارت و غیره
از خزینه خزانه و غیره
از خزانه و غیره

حسب

۱۰۰۰
 (۱) ۱۰۰۰
 ۱۰۰۰
 ۱۰۰۰

۱۱۱

श्री १७ ३ ३

سیدنا محمدؐ

7d

۱۷۵۵

۱۹۱۹

၁၅၇၈

تقریباً ۱۰۰ سالہ

[illegible]

وہی ہے جس نے ان کو

مجلس ششمین: ۱۳۰۲

(۱) سید محمد علی - ۱۲۸۱ - ۱۳۰۵

کے لئے شکر ہے۔ اور ان کے لئے جو کہ ان کے لئے ہے۔

۱۴۱۲

جاء في نسخة أخرى: وكتبه في سنة ١٢٠٠

[illegible]

چونکہ آج کے دور میں

[illegible]

مکتبہ اقبال لکڑی

تمت بحمد الله

١٠٠

دیکھو

۱۰۸

(۱۵) ان کے لئے ایک خوشخبردار اور شکر جتہ دار

شیریں و میوے

(کے لیے) (میں نے)

و گستره اثر بیشتر عمر کرد

فولاد و سرب و زهر و عرق و آب و خاک و آتش

مجلس اول در بیان کلیات و مقدمات

کرم حیات

11/10/19

५३

سپینا

لہو
- قہر

الحمد لله الذي جعل في كل شيء حكمة

[illegible]

شیخ محمد علی بن ابی طالب

۱۰۰

۱۲۱

۱۰-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم
موسمًا من موسمي القرآن الكريم

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين

[illegible][illegible]

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

کیرا کز سبقتی شکر و سپید ایا که کنه

مجلس بیست و نهم در روز پنجشنبه ۱۲۸۴

پیشانی و صورت و بدن و پاها را با دست از آب سرد

۱- اگر کسی که به این کتاب احتیاج دارد

جاء في نسخة أخرى: "وكانت في سنة ١٠٠٠ هـ"

١٠٠ - ١٠١ - ١٠٢ - ١٠٣ - ١٠٤ - ١٠٥

[illegible]

१२८
: १० - १० - १० - १० -

۱- اکو بہت حد تک - اکو بہت حد تک

۱۹

المعالي

سید محمد رفیع

Q. N.

(مختصر) فہرست

دست‌نویس، که به این جهت بزرگتر از نسخه ۲۰۰۰ است.

وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہاں ایک بڑا سا گھر تھا جس کے دروازے پر ایک لکڑی کی تختی لگی تھی جس پر لکھا تھا کہ "ہیروئن"۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله رب العالمين -

१२८

۱- ان کو بہتر دیکھتے - کہہ فی - تو یہ - کہ وہ - کہ تیرے

۱۹

۱

سید احمد علی خان

11

۵۴

آهسته

و در آنجا که می بینید

در آنجا که می بینید

آهسته

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

آهسته

و در آنجا که می بینید

آهسته (آهسته)

و در آنجا که می بینید

آهسته

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

آهسته (آهسته)

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

و در آنجا که می بینید

(تھیو ڈورا اور مریم آجاتی ہیں)

ٹھٹھکے اور کچھ کہتے کہتے رکھے کون ہیں یہ؟ خوریں ہیں؟ یا پران ہیں؟ انکا نور تو

سب پہ غالب ہے۔ مگر ایسا نہ ہو یہ بھاگ جائیں

دیکھ کر محکمو ہیاں۔ اچھا چھپا جاتا ہوں میں

اور دیکھوں آکے کیا کرتی ہیں۔

(اپنے کمرے میں چھپ کے کھڑا ہو جاتا ہے)

بیٹی دیکھ۔ یاں

تھیو ڈورا

گر گھڑی بھر کو بھی آجاؤ ہل جاتا ہے دل

مریم (کہتی جاتی ہے اور) واہ واہ! خوب سیریں میں ہیاں۔ اور اس گھڑی

آگے بڑھتی جاتی ہے) تو مجھے حسرت سے زیادہ قنط آتا ہے نظر۔

وہ پاڑ۔ آنکے ورے۔ سبز۔ وخت۔ اور وہ

یہ سمندر۔ اسکی لہریں۔ کشتیاں۔ اور یہ جہاز

یہ آوا سے بھولے پھولے بادیاں۔ پھر آنکے سا

ڈوبنا خورشید کا۔ توں قزح کی یہ ہمار

کیا یہی جنت ہے

بیٹی جس جگہ انسان کا

مریم
تھیو ڈورا

دل ہل جائے وہی فردوس ہے۔

لے اماں جان

مریم

میں تو ہمیشہ رات دن یاں

اور یہ کمرہ تو میں

جس برج میں عیسیٰ ہی

جانتی ہوں خالی ہوگا

اُسے دیکھ کے

اک معزز یہاں

تھیو ڈورا

اس میں ٹھہرے ہیں

وہ کون؟

اک فسر فوج میں

مریم
تھیو ڈورا

حالت

ایسی اپنے برج سے نکل کے قلعے کے دوپوریا کے کنارے کنارے ٹھل رہا ہے اور
دوب آفتاب کا تماشا دیکھتا ہے۔

(خود بخود)

آہ دنیا۔ تجھ میں کیا کیا لطف ہیں کس شان سے
دیکھو سورج ڈوبتا ہے! اور کون کس طرف
پانی پر نشان چھڑکتی ہیں! ادھر اُس کو ہمار
کو طلافی کپڑے سورج سے چھلے ہیں۔ جہاں
گھاس کی وہ ننھی ننھی پتیاں اس دھوپ میں
”جگنوؤں کے مثل“ اباں ہیں۔ وہاں اس بل سے
گیا طلافی جہالریں نقش کی شکافی زمین!
پھول بھی ہر رنگ کے اس جا کھلے ہیں۔ (اور وہ
دیکھو کلیاں مسکراتی ہیں غیب انداز سے!
دیکھ کر یہ لطف چڑیاں کیسی خوش ہیں! اور کس
جوش سے سب چہماٹھتی ہیں! کیسی شاد ہیں!
جس کو دیکھو خوش ہو لیکن آہ! اک ہیں ہوں کہ دل
کو قرار آتا نہیں۔ اکھن ہو۔ بیانی ہو۔ اور
ہر گھڑی اک درد ہے۔ پارہی فلورنڈ! اچھے
اک نظر دیکھو تو پین آئے۔ کہاں ایسے نصیب
میں تڑپتا ہون بہان۔ تو اُنس کے بانوں میں
سیر کرتی۔ ناز سے اٹھلاتی۔ ہنستی۔ بولتی۔
کھلکھلاتی۔ توڑتی پھولوں کو۔ پھر اُنکو عجب
ناز سے سر پر لگاتی ہوگی۔

(کچھ آہٹ پا کے اور ایک آواز سن کے)

(ادھر ادھر دیکھ کے)

کیا! یہ کون تھا؟
کس کی یہ آواز تھی؟ دلکش۔ سرلی۔ نعمہ خیز

(گالیس سے)

خیر اب لے گالیس جا کل ملوں گا صبح کو
اور بھیجوں گا کسی کو اندلس میں۔ تاکہ جلد
وہ قلو رنڈا کو لائے اُس شقی کے قصر سے۔
انتظام اسکا مگر جلدی ہو۔

گالیس
جولین

میں خود چاہتا ہوں کہ بلواؤں مگر جب تک نہ ہوگی صلح کچھ
بھی نہیں بن پڑتا ہے

گالیس

مگر حکم ہو تو یہ غلام
جانے کو حاضر ہے

جولین

لیکن گالیس اس کام کے
واسطے بھیجوں گا میں اپنے امیروں کو جو عقل
سے عرب لوگوں کو راضی کر سکیں جاتے ہی واپس
اور اُسکے دوسرے ہی دن میں بھیجوں چند لوگ
اندلس میں تاکہ لائیں وہ قلو رنڈا کو ساتھ
جو ہو مرنی مبارک

گالیس

ہاں بس اُسکے آتے ہی
اُترے گی فوج عرب اسپین میں جو ہر طرف
لوٹیں گے اُس سرزمین کو اور میں ٹھس جاؤں گا
قصر میں رزین کے لینے کو اپنا انتظام
گالیس سلام کر کے جاتا رہی۔ جولین بچھونے پڑ گیا۔ اور پرودہ گرا رہی

چوتھا سین۔ نہ پیر

اشخاص

میسی بن مزاحم۔ ایک نوخیز لڑکی مریم جسے میسی قلو رنڈا سمجھتا ہے۔ اور تھیوڈورا
لین کی بی بی

جنگ کیوں ہے؟ بس فقط دینی حیت کیلئے۔
 ساری سبطہ کی رعایا۔ یہ بہادر۔ یہ ڈیوک۔
 جان دیئے اور خون اپنا بہاتے ہیں یہاں۔
 قلندر سبطہ گھرا ہے ہر طرف سے۔ اور آگ۔
 تیر۔ پتھر۔ رات دن پرسلتے ہیں دشمن۔ یہ ب
 محض اس کے واسطے پروا نہت ہم کرتے ہیں۔ پر
 وہ نہیں باز آتا اپنی حرکتوں سے۔ اور آہ!
 خود مری عزت کا دشمن ہے۔ تو خیر اب صبح ہی
 صلح کر لوں گا مسلمانوں سے۔ جو ہیں با وفا۔
 با حیت۔ قول کے سچے۔ بہت ہی رہنما۔
 بات کے اپنے و مہنی۔ سب کو ہے اُنکا اعتبار
 میں بھی بنے دوست اُن کا اور کر کے آشتی
 اُن سے کتنا ہوں کہ مجھ کو اور میری فوج کو
 ساتھ لے کے اندلس پہنچاؤں اور ہوں۔ یونہیں
 انتقام اُس سے ملے گا۔ اور سب ظلموں کا
 اُس سے بدلہ لوں گا اپنا۔ غیبت کے خاندان
 کے بھی آنسو پونچھوں گا دیکھ سزا کبوت کو۔
 بس ہی اب ٹھیک ہے۔ امور اور حق۔ رہنما
 اُس گھڑی کا ہنسنائیں جب عر کے بادشاہ
 سرزمین میں اندلس کے خوب زور و شور سے
 تیرا جھنڈا اور تیرا اقبال یہ پامال ہو۔
 اور وہ برج طلسمی کا سماں پیش نظر
 تیرے ہو اُس وقت میں سرور ہو گا۔ اور سب
 ظلم کے تیرے ستارے ہو گئے شاداں و کچھ کر
 تھکے لکھڑا خون میں تھکے تڑپتا خاک میں

پھنس گئیں اگل سحت آفت میں

جو لین
گالیس

وہ آفت کیا بول

راورق نکلا عجب بدکار و ظالم لے حصو
پہلے تو اُس نے بڑی خاطر تواضع کی۔ مگر
اب تو دشمن عزت و ناموس کا ہے ورپے آزار
آبرو لینے پر آمادہ ہے۔

جو لین
گالیس (بیتاب ہو کے)

ظالم راورق

شاہزادی کی ابھی تک تو بچی ہے آبرو۔
لیکن اب صورت نہیں بچنے کی کوئی۔ جلد آپ
اُن کو یاں بلوائیں۔ ورنہ خوفِ اس بات کا
ساتھ عزت کے وہ اپنی جان بھی دیدیگی

جو لین

۱۵۲

وہ نہ جاتی تھی۔ مگر میں نے اُسے بھیجا بہ خبر۔
گر اُسے صدمہ کوئی چو خپا تو میں مر جاؤں گا
زہر کھاکے مر گئی گو وہ تو یہ جاؤ کہ میں
اُسکا قاتل اور اُس کی جان لینے والا ہوں۔

(عصہ سے)

راورق ملعون۔ بے وطن۔ بیجا۔ بے نصیب
کیا لے گا تجلو میرا دل دکھاکے؟ آہ اب
انتقام اُس سے لے سکتا نہیں۔ ان دنوں
یاں عرب کی یورشیں ہیں اور اُدھر وہ بیجا
عزت و ناموس کے پیچھے پڑا ہے کیا کروں
میں تو یاں اُسکے لیے دشمن سے لڑتا ہوں۔ اُدھر

وہ مری بیٹی کی عزت لے رہا ہے اِخر اب
گر مجھے دشمن بنانا ہے تو میں بھی شوق سے
اُسکا دشمن بنتا ہوں۔ ان مشرقی لوگوں سے یہ

تم نے پوچھا تھا؟

افسر

حضور اسکیاں ہیں یہ کہ یہ
شاہزادی کے غلاموں میں ہے۔ اور لایا ہے اُن
کا پیام اسپین سے سرکار میں

جولین

تو کون ہے؟ (غور سے دیکھ کے) گالیس؟

جی

غلام
جولین
گالیس

تو ہے؟ کیونکر آسکا تو ان دنوں؟
سخت دشواری سے اپنی جان پریں کھیل کے
آیا ہوں۔ جبرالٹر میں ہفتہ بھر سوخا کیا
اور پھر تہہ بیر آنے کی نہ بن آئی تو پھر
سیکھ کر مین پیرتاواں سے چلا

جولین
گالیس

جی نہیں۔ ساتھ ایک کشتی تھی۔ مگر جب دشمنوں
نے مجھے دیکھا تو دریائے میں کودا۔ اور بس
مار کے غوطہ بڑی مشکل سے تکیاں تک پہنچا ہوں۔
واقعی انا نام کے قابل ہے تو۔ اچھا بتا
کیا خیر لایا ہے؟

جولین

پہلے ان کو رخصت کیجئے۔
خیر اب جاؤ۔ (خیر ہاری ہو شکاری قابلِ تعریف تھی۔)

ابھی

(جاتے ہیں)
تلا نلورنڈا کا حال
خیریت سے ہیں مگر جاتے ہی داں لے باو شاہ

(گالیس سے)

تیسرا سین۔ آدمی رات

انتخاص

نٹ جولین حاکم سبطہ۔ افسران فوج۔ گالیں فلورنڈا کا غلام۔

سین

نٹ سبطہ۔ جبکہ غروب آسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ کونٹ جولین کی خوابگاہ

حالت

نٹ جولین ایک بچھونے پر تھنا لیٹا سو رہا ہے۔ سوتے سوتے کچھ شور سن کے
نٹک پڑتا ہے۔ گھبرا کے اٹھ بیٹھا ہے۔ اور آپ ہی آپ کہہ رہا ہے۔

ولین (فکر مندی و پریشانی کوٹا) شور یہ کیسا ہے! کیوں غل ہو رہا ہے! کیا عرب
اس طرف بھی آگئے؟ لیکن نہیں۔ ساحل یہ پایاں
کون آسکتا ہے! ان میرے جہازوں کی تفصیل
توڑ کے؟

(کچھ آہٹ پا کے)

کون؟

(چند افسران فوج ایک شخص کو پکڑ کے لاتے ہیں)

آپ کے خادم

بتاؤ کیا ہوا؟

فسر
ولین

(ہاتھ جوڑ کے) خیریت۔ اقبال شاہی کا ستارہ ہولبند

اور جو اس تاج کا بدخواہ ہو پا مال ہو۔

کیا ہوا جلدی کہو۔

(ناگواری سے)

ولین
شر

بہتر حضور۔ اس منہی

شخص کو پکڑا ہے ہم نے جو کہ اس تلے میں

ایک کشتی سے اتر کے چپکے چپکے آگیا

تاکہ داخل ہو ہمارے قلعہ میں

اس سے بھی کچھ

ساقیہ: (قدیموں پر گھر کے)

میں محب کو خبر

سب شرارت ہے تری قلمامہ!

راورق

(پکار کے)

کوئی ہے یاں؟

(ایک حبشی ننگی تلوار لیے ہوئے آتا ہے)

سر اڑا دو اس کا لیجا کر

خطا ہوا ب معات

ساقیہ: (قدیموں پر لوٹ کے)

پھر تصور ایسا نہ ہوگا

تو ابھی مریم کو لانا۔

راورق

اُسکا لانا تو نہیں ممکن ہے اب

تو قتل ابھی

ساقیہ

راورق

(فلورنڈا کی طرف دیکھ کے) ہوگی تو اور لوں گائیں بد الفلورنڈا سے۔ بس

چل ابھی تو ساتھ میرے۔ اور دیکھو کس طرح

یہ سچا لیتی ہے تجھ کو آج میرے ہاتھ سے

ساقیہ کو حبشی۔ اور فلورنڈا کو زاورق زبردستی کھینچ لیجا لے میں اور پردہ گرتا ہے)

(۳)

اس پرچے میں ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس ڈراما کا کوئی حصہ شائع کریں۔ بلکہ
 پرچے کے لیے بعض اور مضامین مرتب کیے جا چکے تھے۔ لیکن بعض قدر دان اور قدرا فز
 ا جہاں نے تاکید کی خطوط بھیج کے اس قدر اصرار کیا اور چاں تک مجبور کیا کہ ہم ایک سنٹر
 مینٹون کو نکال کے اس ڈراما کو خوشی کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔ فی الحال معزز ریڈیٹر
 پنجاب آبدور اور مسلم گرائڈل وغیرہ نے ہمیں بھی کچھ ایسی موافقت میں دیں کہ
 تعلیم یافتہ جماعت میں زیادہ شوق پیدا ہو گیا۔ اور اب یہ مناسب ہو گا کہ یہ سلسلہ
 جہاں تک ہو پورا کیا جائے اور دنگلز میں آخر تک تھوڑی سی مدت اس قسم کی نظم
 معزز شائع ہوتی رہے۔

فلورنڈا

ضرور

اور یہ کہ اس

مچکواں جلدی بلا لیں

مریم

لو خدا حافظ ہر

فلورنڈا (رورو کے) اک بہن یاں مل گئی تھی۔ وہ بھی آخر چھوٹ گئی۔

گو کہ پہلے ہی زبانی کی ستائی تھی مگر
کیسے بچ کر لائی گئی دینے کو اپنی آبرو
خیر تو وہ بچ گئی۔

ساتیہ دستھی دینے کے لیے ہیں

یوں ہی نہیں گی آپ بھی
صبر کیجیے شاہزادی۔ اور شاہ گھبرا ئے۔
میں تو خدمت کے لیے حاضر ہوں مگر مریم نہیں؟
اُن سے زیادہ میں مدد دہن کی ہمیشہ۔

فلورنڈا

راورق کے میں بچوں دشتوار۔

ساتیہ

دیکھیں تو آپ
کیسی حکمت سے بچاتی ہوں۔ مجھے آگ خوب چیز
ہاتھ آئی ہے۔ جہاں آگ جام اُس کا دے دیا
بس نہیں رہتی ہے اُن کو دین دوتیا کی خبر۔
یوں ہی مریم کو بچایا۔ اور یوں ہی آپ کو
ہاتھ سے اُنکے بچاؤں کی

(ناگہاں دروازہ کھلتا ہے۔ اور راورق غصے میں بھرا ہوا آ جاتا ہے)

راورق (ساتیہ سے) تو اور یہی نابکار اچھا ٹھہرا جلدی بتا
یہ کیا سنتا ہوں میں!

اگر دیکھو کہ اس

دیکھتے تھے جو تھے نسیم صبح کے وہ کبھی
 زنت پر ہم کو رہے ہیں اور تاروں کے چرخ
 جھمکتے ہیں، فرک پر۔ اور یہ چاروں شب
 کی سکتی جاتی ہے۔ ایسا نہ ہو چڑیاں انہیں
 اور جگا دیں را و رقی کو۔ میں تو جاتی ہوں کہیں۔
 کیا کرو گی جلے اب؟

فلورنڈا
 ساقیہ
 فلورنڈا
 ساقیہ

ن کو نہ کہیں
 کس لیے؟

بارشہ کو گر ذرا بھی شک ہوا تو بس مجھے
 اور ان کو قتل کر ڈالیں گے۔

فلورنڈا (دانتو بھا کے)

تو جاؤ ہیں۔

اب کہاں جاؤ گی تم؟

جس جاؤ اسی جائے

مریم
 فلورنڈا

تم

کس طرح جاؤ گی یاں سے؟

خاک اڑاتی۔ ٹھوکیں

کھاتی۔ نئے پانوں۔ جاؤنگی ہیں۔ اور جس طرح
 بن پڑے گا۔ آپ کو پوچھاؤں گی۔ نہ ہوں میں۔
 کیوں نہیں جاتی ہو سبیل میں؟ جہاں آرام سے
 قصر میں پہنچے پوچھا کے زندگی بھر اسکو
 خیر جاؤں گی وہیں

مریم

ساقیہ

مریم
 فلورنڈا

لیکن وہاں تو ان دنوں
 ہوگی یورش کافروں کی ہر طرف۔ اور کوئی شخص
 جانہ سکتا ہوگا اندر شہر کے

میں جاؤنگی جیسے بنے
 تو مر اسب حال کہہ دینا۔

مریم
 فلورنڈا

سکتی ہے یاں تک گرمی جاتی ہوں خود بخود
جلد آتا —

لاتی ہوں اُسکو ابھی گر مل گئی۔

(مریم جاتی)

یا خدا قربان ہو جاؤں ترے اس رحم کے
کیسی مایوسی تھی؟ یا اب کیسی خوش ہوں پس نہیں
کوئی حامی بلیکسوں کا، سو اتیرے۔ یہاں
بھیجا خود والد نے تھا جیرا مجھے۔ تو راورق
کتنا بد کردار، کتنا بیجا ثابت ہوا؟
آبرو لینے کا درپے وہ اُدھر۔ اور اس طرف
بن نہ پڑتی تھی کوئی تدبیر۔ تب گھبرا کے ایک
آدمی کو میں نے دوڑایا کہ سبیلہ میں کرے
جا کے والد کو خبر۔ اور وہ بلا لیں مج کو جلد۔
کچھ پتہ اُس آدمی کا بھی نہ تھا۔ حیران تھی۔
ایسی مایوسی میں لے بیٹے خدا کے۔ اور لے
پاک قانونِ معظم تم نے کی آسان ہے
میری مشکل۔

(مریم آتی ہے اور ساقیہ اُسکے ساتھ ہے)

ڈھونڈھ لائی میں انہیں

حاضر ہوں میں

شاہزادی۔ حکم کیا ہے آپ کا؟ ارشاد ہو۔
آبرو میری بچالو۔

گرچہ یہ دشوار ہے

میں مگر کوشش کروں گی

صبح اب ہونے کو ہے۔

فلورنڈا

مریم

فلورنڈا

مریم
ساقیہ (ہاتھ جوڑ کے)

فلورنڈا

ساقیہ

مریم (دانت مشرق کو دیکھ کے)

(نہایت متوجہ ہو کے)
(مسکرا کے)
(حیرت سے)

گو گئی بے آبرو ہونے کو شوق - ایسا ہی ہو گیا
مل گئی اک رسواں نجاتون -

راورق کی ساق تیر - جو دیکھ کر بانیس جیتے
مہرباں مجھ پر ہوئی اسی کہ اک تدبیر تیر
آبرو میری بچا لی - کس طرح؟

(خوش ہو کے)
مریم

ایسے کہ وہ
جب ہوا بدست پی پی کر تو بیوشی کا جام
اک دیا ایسا کہ بالکل بے خبر وہ سو گیا
تب سلا کے اُس کے ہلو میں کوئی اسکی کنیز
یہ کہا مجھ سے کہ بھاگیاں سے تم -

عورت نہیں
وہ فرشتہ تھی مدد کی جس نے ایسے وقت پر -
آسمان کی طرف سر اٹھا کے شکر ہے تیرا خدا! اب مجھ کو بھی اُمید ہے
کیا عجب میری مدد بھی وہ کرے - اور بچ سسکوں
راورق کے فلم سے -

مریم کی طرف دیکھ کے
تو اے بہن ملہی کہیں
مجھ کو بھی اُس سے ملادو - کیا عجب آئے اُسے
میری حالت پر بھی رحم -
آب اس گھڑی وہ نہیں

فلورنڈا
مریم

فلورنڈا

مریم

کریں گے۔ اگر انہیں نے پسند کیا تو ہم اس قسم کی نظم کا سلسلہ زیادہ محنت اور زیادہ خوش اسلوبی سے جاری رکھیں گے۔

دوسرا سین - آدھی رات

اشتیاق

آوارق - شہنشاہ اسپین - فلورنڈا - جولین کی بیٹی - مریم - فلورنڈا کی ماموں زاد بہن - آوارق کی ساقیہ - مجلسی آوارق کے دربار کا جلاو۔

سین

دار السلطنت اسپین ٹائلڈو میں آوارق کے محل کا ایک کمرہ - فلورنڈا کا خوابگاہ -

حالت

فلورنڈا اکیلی اپنی خوابگاہ میں ایک کرسی پر متردو بیٹھی ہے۔ سامنے مشرق کی طرف ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور وہ گہرا گہرا کے کہہ رہی ہے۔

کس غصہ میں پڑ گئی ہوں! آہ! کچھ بتائیں! کیا کروں؟ کس سے کہوں؟ کیونکر بچوں؟ اور کون ہو جسکے آگے سر کو دے ماروں؟ یہاں کوئی نہیں جو خبر لے اس مصیبت میں مری۔ افسوس! میں پھنس گئی کیسی بلبا میں؟ میں تو اتنی ہی بے تھی۔ آہ! والد نے نہ مانا اور کھینچے قسمت میں اب کیا لکھا ہے؟ اور کسی دلتیں ہوتی ہیں؟ لے آوارق ظالم کچھ شرم بھی آتی نہیں؟ مر نہیں جاتا ہے کیوں؟ جو تیرے ظلموں سے بچیں لڑکیاں شاہی گھرانے اور معزز لوگوں۔

کون؟

(کون کچھ آہٹ پائے)

مریم دروازہ کھول کے آتی ہے

میں -

رین یہ نئی نظم اور عجیب قسم کا ڈراما پیش کرتے ہیں۔

پہلا سین

آبنائے جبرالٹر کے جنوبی ساحل پر ہلکے مراکو کے قدیم شہر سبطہ کا
شاہی قصر جولب ساحل واقع ہے
اشخاص

شاہ جولین فرمان رواے سبطہ۔ اُس کے درباری۔ مصر کا ایک
نوادیسچی شخص۔ فلورنڈا جولین کی بیٹی۔ چوہدار۔

سین

جولین اپنے قصر سے ایک جہاز کو آکے ٹھہرتے اور اُس سے مصر کے
ایک نوادیسچی شخص کو اُترتے دیکھ کے اہل دربار سے باتیں کرتا ہے۔
جولین
کون ہے؟ کیوں آیا ہے؟ اور کیا کرنے کی غرض؟
کس لیے آیا ہے؟ اور کس کا یہ سادہ جہاز؟
گو سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مگر حیرت سی ہے۔
میں تو کہتا ہوں کہ حضرت کوئی عیسائی فقیر
انگئے آیا ہے

لیکن وضع سائل کی نہیں

مصر یا قرطاجنہ کا کوئی سوداگر نہ ہو؟
شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن جو ہو آئے وہ یہاں
خود ہی حال اپنا بتا دے گا یہ میرے سامنے
(چوہدار آتا ہے)

اجنبی سیاح اک اُترتا ہے ساحل پر حضور
آرزو ہے باریابی کی اُسے

لاؤ ابھی

(چوہدار جاتا ہے)

جولین

دوسرا درباری
جولین

چوہدار

جولین

۶
 کر دیا جائے۔ بتایا ہے کہ اس قید کے ساتھ کلام کا تسلسل نام
 اس لیے کہ قافیہ سلسلہ کلام کو ہمیشہ قطع کر دیا کرتا ہے۔ اسی
 انگریزی میں خاصۃً ڈراما کے لیے یہ نظم غیر مقفی ایجا کی گئی جو
 مانتی ہے کہ ایک طرف تو کلام برابر موزون ہوتا چلا جاتا ہے اور
 طرف سلسلہ کلام میں جاری رہتا ہے کہ اگر مصرع مصرع جدا کر کے
 تو معلوم ہو کہ گویا بے تکلفی سے شریں گفتگو ہو رہی ہے۔ صرف یہی چیز
 جس نے شیکسپیر اور دیگر شعراء یورپ کو شہرت
 یہی نظم ہے

یاد میں سب سے معزز جگہ دی ہے۔
 بعض انگریزی دان نوجوانوں نے کئی مرتبہ اردو میں نظم غیر مقفی کے
 کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اور ناکامی کی وجہ یہ ہوئی کہ سوا
 یہ کی قید چھوڑ دینے کے انھوں نے اس نظم کی دوسری خوبیاں اور اہلی
 ورت دکھانے کی طرف توجہ نہیں کی۔ شاید اگر وہ کسی ڈراما یا گفتگو کو نظم
 تے اور کلام کی بے تکلفی و روانی کے قائم رکھنے کی کوشش کرتے تو ممکن نہ
 اہل سخن پسند نہ کرتے۔

لہذا ہم اب اس جانب توجہ کرتے ہیں اور بالکل اسی انگریزی شان
 سے ایک موزون ڈراما لکھنے کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ اگر ملک نے توجہ کی اور
 اہل سخن نے پسند کیا تو پورے سین موزون کر دیے جائیں گے۔ ورنہ دو ہی
 تین سین موزون کرنے کے بعد یہ سلسلہ چھوڑ دیا جائے گا۔ اس وقت ہمارا
 مقصود صرف اس قدر ہے کہ لہجہ و رس یا نظم غیر مقفی کو اس کی اصلی شان
 میں دکھا دیں۔ تاکہ جن اہل سخن کو پسند آئے وہ ابھی ایسی ہی نظمیں لکھیں۔ او
 ہم سے زیادہ بے تکلفی۔ سادگی۔ اور کمالات شاعری دکھائیں۔
 ہم اپنے قدردانوں اور لائق جاوید نگاروں سے بھی درخواست
 کرتے ہیں کہ اپنی معزز راؤں سے ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اردو شاعری
 کی دنیا میں اس نظم کے مناسب ہونے یا نہ ہونے اور مقبولیت عام حاصل
 کر سکنے یا نہ کر سکنے کا اندازہ کیا جاسکے۔ اب ہم کمال ادب پبلک

گئے لوگ سب یاں سے ہو کر پریشان رہا میں ہوں بس اور یہ جاے ویراں
 یہ سن کر بہت رویا وہ غم کا تھاں سے اٹھ کے پھر دونوں با چشم گریاں
 وہ دونوں اب اس دشت میں رہ رہے ہیں
 تنہا ہی کی گردا شکوں سے دھو رہے ہیں۔
 سلیمان و افسوس۔ عبرت کی جا ہے زمانہ غم قوم میں مبتلا ہے
 تمہیں ڈھونڈتھا و رہا وہ پھر ہے بڑی مشکلوں سے لگایا تھا ہے
 بہت روچکے رونے والے۔ اٹھو اب
 زمانہ جو کتنا ہے وہ ہی کرو اب

بلیک ورس یا نظم غیر مقفی

یہ تو ہم گذشتہ نمبر میں بتا چکے ہیں کہ آئندہ سے وگداز کی توجہ نظم کی طرف بھی رہے گی۔ مگر وہی نظم جو معنی خیزی کی شان رکھتی ہو۔ جس کی غرض محض تناسب الفاظ اور قافیہ پیمائی نہ ہو۔ وگداز کا یہ نمبر گذشتہ نمبر کے بعد اتنی طبعی مرتب کیا گیا کہ جادو بیان شعرے ملک کو طبع آزمائی کا موقع نہیں مل سکا۔ اور اسی وجہ سے ہم آئندہ کے لیے بھی یہی پہلا سبکٹ "امید" قائم رکھتے ہیں۔ سر دست ہم نظم کی ایک نئی قسم کی طرف توجہ کرتے ہیں جو انگریزی میں تو کثرت موجود ہے مگر اردو میں بالکل نئی اور عجیب چیز نظر آئے گی۔ مشرقی شاعری میں رویت و قافیہ بہت ضروری اور لازمی خیال کیے گئے ہیں۔ مگر انگریزی میں ایک جداگانہ وضع کی نظم ایجاد کی گئی ہے جسے "بلیک ورس" کہتے ہیں۔ اردو میں اس کا نام اگر "نظم غیر مقفی" رکھا جائے تو شاید زیادہ مناسب ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ قافیہ و غیرہ کی قدیم کلام کو محدود اور طبع آزمائی کے میدان کو نہایت ہی تنگ کر دیتی ہیں۔ اگر کوئی ڈراما یا مختلف لوگوں کی گفتگو نظم میں ادا کرنی ہو تو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ ہر فقرہ یا ہر خیال جس طرح بنے ہر مصرع

چکنے لگا اس بھر ہرے کا اختر سے لگا ایک گلشن
 جس قصر پر سایہ فلک کھلا سامنے اُسکے تھا ایک گلشن
 کھڑے دست بستہ تھے سب دست و پا
 تھا ایک تخت نرین پر نور افشاں
 تھی اک نازنین تخت پر نور افشاں
 پڑا ساری دنیا پہ تھا جس کا دواں
 تھا اُس روئے تاباں سے اک عیب پیدا
 جس پر تھا اُن خوشنما تاج رکھتا
 جیسے کہ حرف اُس میں میرے سے بڑھکر
 تھی تہا اُس پر
 ترقی اسلام لکھا تھا اُس پر
 کہوں کیا کہ کیا ہو گئی میری حالت
 گوارا ہوئی پھر نہ اُس بت کی قدرت
 وہ پیاری صورت
 غلاموں میں اُسکے ہو میں بھی داخل
 ہو اخواہوں میں ہو گیا اُسکے شامل
 ہو ا شوق پھر سیر کا دل میں پیدا
 بہت روزوں دیکھا وہاں کا تماشا
 ہا مدتوں میں غلام اُسکے در کا
 لیا چھوڑ اُسے میں نے پور کا تیرا
 وہیں تھا کہ وہ نازنین یاد آئی
 تھلاش اُسکی اس زشت میں کھینچ لائی
 وہ صورت کہاں! وہ شکر لب کہاں!؟
 جلال آبرو دہر سب کہاں!؟
 خدا جانے وہ قصر باغ اب کہاں!؟
 وہ عیش اور وہ اقبال کی شب کہاں!؟
 خدا جانے وہ قصر ہے؟ یا نہیں ہے؟
 اگر ہے تو بیشک کہیں پر ہیں ہے
 یس مریزاں نے بس اک پیچ ماری
 کہارو کے پھر بے قسمت ہماری
 ہوئی شکل پر اسکی حسرت سی طاری
 مے دوست - وہ قصر عالی ہی ہے -
 وہ گلزار فرخندہ حالی ہی ہے!

جو انہوں نے کھولا دروازہ بڑھ کر پھر اس غمزدہ کی طرف پھیر کر سر
 کہا۔ اے جفاکش۔ دل نگار مغلطہ اب آرام کر دو گھڑی چل کے اندر
 ادا کر کے شکریہ وہ زار و بے دل

ہوا اپنے ہمدرد کے گھر میں داخل
 وہ ہمدرد معرا نشیں بھی پھر آیا چراغ آندھی سے بجھ گیا تھا۔ جلا یا
 چٹائی پہ ہماں کو اپنے بٹھایا پھر اک چپھڑالا کے آگے بچھایا
 غریبی کا کھانا۔ نکتے سے لا کر

کہا۔ لے جو دے تجکو میرا مقدر
 وہ شہروں کے کھانے۔ وہ کھانے کی لذت وہ نعمت کے خواں۔ وہ غذاؤں کی کثرت
 وہ باغوں کے میوے۔ وہ ہر روز دعوت وہ دولت کے کھیل۔ اور وہ سامانِ رحمت
 نہیں اُن میں سے کوئی شے یاں مہیا

جو حامن ہے۔ ہے سب یہ خیبر کا ہدیا
 رہے اب نہیں یاں نکتے کے سامان کبھی خوب رونق پہ تھا یہ بیا یاں
 تو تازہ سرسبز تھا اک گلستاں رہا کرتے ہر دم تھے نیل غزلخواں
 بہارِ ان درختوں پہ تھی کس بلا کی!
 نظر آتی تھی ان سے قدرت خدا کی!

پٹیلے جنہیں بجلی اکثر چمک کر دکھاتی ہے ایسے مکانات جن پر
 گماں قصرِ حنیت کا ہوتا تھا اکثر عمارت نہ دنیا میں تھی جسے بہتر
 کبھی تھے ہی فقرا و اے عالم
 کبھی تھے یہی مرجعِ شام و دہلیم

ہر اک علم کے بالکمال۔ اور کیا ہر اک فن کے مشاق اور اسکے جوا
 ہنرمند۔ صنایع۔ ادیب اور اطبا مہندس۔ منجم۔ حکیم اور دانا
 جوان مرد۔ جنگ آزما۔ مردِ میدان
 سبھی قسم کے لوگ آباد تھے یاں
 گماںوں سے دنیا میں تھی ان کی عزت وہ رکھتے تھے تلوار سے اپنی وقت

نہیں وحشیوں کی بھی آواز آتی
 خبر کون لے اس دم آفت زدوں کی
 پھر اٹھو کرین کھاتا اُفان و خیراں
 بہت جا پچ پچ گئے اُسکے داماں
 ہوئے پارتلوں سے خارِ مغیلاں
 غرض جس جگہ وہ مصیبت کا مارا
 پڑا تھا۔ گیا اور جا کے لکا را
 اے مبتلا نے غم و رنج و آفت! ادھر ہاتھ لا۔ اب نہیں اتنی ہمت
 کہ ٹھہریں یہاں۔ دیکھ طوفاں کی حالت جو پانی! بھی پڑنے لگا ہو گی وقت
 ذرا صبر کر۔ اور چل میرے گھر میں
 غنیمت سمجھ اُس کو ایسے سفر میں۔
 اگرچہ پڑا تھا وہ بے تاب و بیدم مگر سکیاں بھر کے۔ با چشم پر غم
 اٹھا۔ اور کہا: "مے مرے دل کے مزمج! فرشتہ ہے تو؟ یا کہ از نسل آدم؟"
 تھی تیری ہی جرأت۔ اس آفت میں آنا۔
 غریبوں کو حسرت زدوں کو بچانا!
 یہ بولا جو اُغرد۔ اے سینہ بریاں! میں ہوں انک غریب اور بے مایہ انسان
 کیا مجھ کو دُنیا نے از حد پریشاں کہوں کیا! (مگر دیکھ کر زورِ طوفاں
 لگا کہنے: "کمدوں گا پھر حال سارا
 چل اب۔ ورنہ ہو جائے گا حشرِ بپا!"
 پھر اک دوسرے کو پکڑ کے وہ باہم نظر کرتے ہر سمت ڈر ڈر کے
 غم و رنج بہلاتے باتوں میں ہر دم چلے دیکھتے ابر و طوفاں کا عالم
 بہت ٹھو کرین کھا کے ہو چنے وہاں پر
 جہاں اُس انیس غریباں کا تھا گھر
 جو دیکھا۔ تو اک ٹوٹا چھوٹا مکان تھا گذشتہ ترقی کا اُجڑا نشان تھا
 سماں ہر طرف حسرتوں کا عیاں تھا ہر اک اینٹ کے دل سے اُٹتا
 مٹی جاہ و حشمت تھی دیوار و درے
 نکلتی تھیں آہیں چھتوں کے جگر سے

نکلنا وہ آواز کا ضعف سے کم! وہ حسرت کا اوجہ! مصیبت کا عالم!

وہ آبِ آب کے پھولی ہوئی یاس لہنا!

وہ رک رک کے کچھ دل کو تسکین دینا!

صید آئی۔ کس طرح میں تم تک آؤں؟ جہاں تم ہو وہاں کا نشان بھی تو پاؤں!

تمہی بولو کیونکر قدم میں اٹھاؤں؟ کہا۔ ہاے! میں کیا کہوں؟ کیا بتاؤں!

نشاں یاں کا خود بھی تو پہچانتا ہوں!

کوئی چیز بھی یان کی تو جانتا ہوں!

”وہ گم گشتہ رہ ہوں۔ کہ اپنا پتا بھی نہیں جانتا۔“ آگئی اس میں آندھی

مسافر نے گویا ت پوری کئی تھی مگر اُس کی پر غم صد پھر نہ آئی

لبتہ اب ہوا شور و اشجار ایسا

کہ مشکل تھا اپنی بھی آواز سننا

جو یہ حال دیکھا تو وہ مرد میدان خدا ترس باہمت اور اہل ایمان

چلا ہو کے اُس پاشکستہ کا جو یاں پھر ادشت میں ہر طرف سخت خیراں

پتا تا کہ اُس غم رسیدہ کا پائے

بنے جس طرح جائے اور ڈھونڈ لائے

سماں ایک آفت کا اِس دم بندھا ہے جہاں بھر پہ ظلمت کا پردہ پڑا ہے

ہر اک نخل وحشت سے چلا رہا ہے غرض دیکھو جس سمت بخشش بپا ہے

براہر گر جتا ہے رہ رہ کے با دل

اور اس شور سے گونج اٹھتا ہے جنگل

بیسروں پہ چڑیاں سمیٹے ہیں بازو گھنی جھاڑیوں میں دہکتے ہیں آہو

درختوں میں جا جا کے چھپتے ہیں مگنو الجھتے ہی جاتے ہیں ظلمت کے گیسو

درختوں کے پتے ہیں کیا کھڑکھڑاتے!

زمین پر ہیں کیا مٹے پھٹ پھٹ کے آتے!

درختوں پہ آتے ہیں جھونکے ہوا کے تھپڑے ہوا دے رہی ہے ہلاکے

سبھی بس میں ہیں یا وحشت فزا کے ستم ہر طرف ہو رہے ہیں صبا کے

میں شہر
 ملا وہ قدم تھا لگی ایک ٹھوکر
 گرا زور سے لڑکھڑاکے زمیں پر
 پلٹا آیا۔ لے لے داسے میرے مقد
 ترا اور گرتے ہی سر کو پکڑ کر
 نہیں مجھ میں ملاقت کہ یہ رنج اٹھاؤں
 جو چھٹکارا شکل ہو تو میری جاؤں
 نہ غمخوار کوئی۔ نہ مونس۔ نہ رہبر
 نہ ہے یاں مددگار کوئی نہ یاور
 بنایا ہے حسرت نے دلگیر و مضطر
 نظر آتی ہے پاس ہر ہر قدم پر
 نہیں ہائے اسے موت تجھ کو بھی کچھ دھیاں
 زمین تنگ ہے آسمان دور ہے یاں!
 کہ آواز آئی کہیں سے قصارا
 کہاں جاؤں؟۔ آتا ہی تھا کہنے پایا
 جو کوئی ہو آواز دے۔ میں ہوں اس جا
 مددگار کوئی کیا؟ تھا یہ کیا دھماکا؟
 غریبوں کا حسرت زدوں کا ہوں یاور
 جو آوارہ ہیں انکا ہمدرد و رہبر
 پھر اک آہ کی۔ اور رو رو کے
 کر آنا کیا۔ پہلے ہاں صبرا
 کہ کسی نے دیا غم میں مجھ کو دلاسا
 پڑا ہوں یاں لے فرشتے خدا کے
 جو طاقت ہو خود لوں قدم تیرے آگے
 یہ کافی ہے۔ اک درد کا بتلا
 نہ یہ پوچھ۔ میں کون ہوں؟ نام کیا ہے؟
 وطن۔ ہائے معشوق تک
 مصیبت زدہ وشت میں آپھنسا ہے
 خدا جانے کس درد کا یہ بیاں تھا!
 کہ غم کا سماں وشت بھرے عیاں تھا!
 لے اور جڑے اُن درخت
 وہ اندھ صبی کے آئے کا وقت اور اندھیرا!
 درندوں کا شورا اور وہ
 وہ شیطاں! وہ آسمان کا لاکالا!
 وہ کی ہر طرف تیرگی سے وہ راہیں!
 یہ عالم! اور اس میں مسافر کی آہیں!
 تھکی۔ اور گری و
 وہ نا طاقتی۔ نا توانی سے بے دم!

دل کو داکر راست بھر دے
یاد کسی کما و مدد کرنا
بدنواہی سے چونک کے ڈرنا
یاد اس ہمیشہ شکل دکھائے
موت کہاں کی؟ مینہ نہ آئے

مہر و شکل کا مہر نہ آئیں
بستر غم پر لوٹ نکلیں
رات کا کدنا مرا ہم ہو
درد دیکھتے تو دونا غم ہو
ہے کس کا ناز اٹھائیں؟
کس کو تھمے بھرنے نہیں؟
کس سے اپنا جی بھلائیں؟
کون تنہا ہے؟ کس کو سنائیے
مددے؟ مددے غم پر غم ہیں

ہاں شب غم ہے اور ہم ہیں
نہیں کسی کو آتی ہے کیونکر؟
تباہ کیونکر پاتے ہیں دل پر؟
رہتے ہیں کیونکر حیران مضطر؟
جیتے ہیں کیونکر بھر میں شب بھر؟
تھک گئے کرتے کرتے ڈالا

ہم کو تو غم نے مار ہی ڈالا
کس دم یہ اندھیا رہی ہوگی؟
دیکھیے؟ کس وقت بیٹھے گی؟
کیونکر الجھن دل کی گھٹنے گی؟
کیونکر ساری رات کٹے گی؟
گزرے گی یوں ہی سر کو دھتکتے
تارے گئے تھکے جھتکتے

یہ سناٹا اور تنہائی
کالے کھاتی ہے انگنائی
وحشت اور تاریکی چھائی
جان بھی ہے اب دشمن اپنی
لب تک آئی اور نہ نکلی

کرتے ہیں دل ہی دل میں غصا
 کچھ بھی کہتے ہیں نہیں ۲۲
 چرخ پہ تیاروں کی خدمت شمع کی ماپو سا نہ صورت
 ہمارے یاس اور حسرت اور کسی کو جلنے کی عجلت
 ناز سے اُن کا اُٹھ کر جانا
 پھر اُٹھنے لگی قسین کھانا
 چین پڑے گا دل کو کیونکر دیکھ رہے ہیں صبح مشر
 بیٹھے ہیں حیران۔ مضطر شدہ جان آئی ہے اب تو لبوں پر
 بیٹھے شہر ہو کیوں پر حسرت
 ہل بھی جھپٹتے شمع کی صورت

شبِ غم

درد و دل۔ زخمِ جاگہ۔ کلفتِ غم۔ داغِ فراق

کون آفت ہے جو اپنی شبِ ہجران میں نہیں؟

صدمہٴ فرقت ہو شراب ہے غم کا سماں آنکھوں میں بندھا ہے
 رات اندھیری کالی بلا ہے ہو کا عالم رنجِ فزا ہے
 درد کے مارے رو رو دینا

آفتِ جاں ہے سانس کا لینا
 رہ رہ کر وہ دل کا اُچھلنا آپ ہی آپ کلیجے کا کٹنا
 اتک کے دریا کا وہ ابلنا رخ کی رنگت کا وہ بدلنا
 جب نہ کسی کے ہاتھ پر سہو

پہلو میں کوئی سپا را ہوگا
 ہو گیا سارا وصل کا سامان کمر اے اب جیسے گلستاں
 آئی مسہری بہرِ جاناں ہمے نگین ہو گئے شادان
 ساری رخِ کدورت ہوگی
 آج کسی سے صحبت ہوگی
 اب تو ہو چکی شمع بھی روشن آتے ہیں جھونکے ہوا کے سن بن
 پڑ گئی ہر دروازے پہ چلن ہر شے پر ہے بستا جو بن
 جن پر قربان اپنا جگر ہے
 کب آئیں گے کس کو خبر ہے
 سامان آنے کا کرتے ہونگے بیٹھے خوب نکھرتے ہونگے
 گیسو رخ پہ سنورتے ہونگے سینے پہ جو بن ابھرتے ہونگے
 پیارا سپا را نکھڑا ہوگا
 چہرہ حساند کا ٹکڑا ہوگا
 کرتے ہوں گے گنگھی چوٹی نکلی ہوگی بانگِ غضب کی
 لگتی ہوگی ہاتھوں میں مہندی تلے ہوں گے دانتوں میں مستی
 کا جل آنکھوں سے ہوگا نمایاں
 جھٹے ہوں گے اتھے پہ افشاں
 کیونکر دل کی کلفت جائے دیر ہوئی اب تک نہیں آئے
 دل کو کوئی کب تک بہلائے کوئی صبر کہاں سے لائے
 آخر ان کے آنے کی حسد بھی
 اپنے رنج اٹھانے کی حد بھی
 کب تک پیش کب تک روئیں کب تک مٹے اشکوں سے دھوئیں
 کب تک اپنے جی کو کھوئیں کڑوٹ بدلیں اور نہ سوئیں
 دیکھیں کب ہو آنا ان کا
 بھول گئے وہ آنا کیسا !

وہاں سے وہ اور اُن کی چاہت

وہاں سے میں اور میری قسمت

چرخ پہ کچھ کچھ اندھیرا چھایا کوئی کوئی ستارہ چمکا
چڑیاں ڈھونڈیں رہیں ہیرا کو دون نے اک شور مچایا
دیکھتے ہی دو وقتوں کو ملتے
موت کے خواہاں اٹھ اٹھ بیٹھے

شور ہوا ہر سمت اذان کا برہمنوں نے سنگھ بجا یا
بجئے لگا ہر دیر میں گھنٹا نیچر شام کا ہر جا چمکا
دوسری جانب دنیا پلٹی
پیر فلک نے کروٹ بدلی

دیکھو باغ پہ کیا چین ہے پھولوں پر بے ساختہ پن ہے
سارا گلشن جیسے دھن ہے کس زور وں پہ بہا رہن ہے
کیا اٹھلائی با د سب ہے
جلد کہیں آجائیں خدا ہے

آئی رات ہوئی اندھیاری چرخ پہ تاروں نے کی ٹھکاری
کیسی رات مبارک ساری اچھی اچھی پیاری پیاری
اب پازیب بڑھاتے ہوں گے
تھوڑی دیر میں آتے ہوں گے

سامان وصل کا کر لیں آؤ شیشے مے سے بھر لیں لاؤ
بہرگز کچھ جلد نہ گاؤ اچھی پلنگری لا کے بچھاؤ
اٹھو جا کر شمع جلا دو

سارے کمرے میں پھول بچھا دو
نیمہ راجی بننا کاری سُرخ نے کی سہانی پیاری
باد بہاری اُن کے آنے کی ہے تیاری
غلط آج ہمارا ہوگا

مضامین شرر جلد ہفتم

نظم و ڈراما

شبِ وصل

کسی کا ہاے وہ راتوں کو چھپ کے یون آنا
چھڑے چڑھائے ہوئے پائے اٹھائے ہوئے

دردِ جگر کچھ آج تھا ہے زخمی دل کو چین پڑا ہے
شوقِ بیا بان بھولا ہوا ہے برسوں بعد زمانہ پھرا ہے
خوب ہوا آرام تو پایا
بچینی سے چین تو آیا

لو شبِ وصل کی شام آپہنچی نکلے گی خوب سی حسرت دل کی
غم جاتا ہے عشرت آئی چمکا تارہ قسمت جاگی

آج وہ اپنے قابو میں ہوں گے ہم بھی اُنکے پہلو میں ہوں گے
جس پر قربان دہ رات اب ہے جس کے مددے آج وہ شب ہے
سیان میں اُن کی تیغ غضب ہے وصل نصیب اب اپنا لقب ہے



1. S. Barkat Ahmed.
2. Moulana Abdul Halim.
3. S. Mubarak Ali Shah.
4. Hakim Sirajul Haq.
5. Abdur Rashid.

X 64.4
SH 39 NX.2
V.7



Moulana Abdul Halim Sharar.

مضامین

مجموعه مضامین و مقالات

مجله

مجله مضامین و مقالات
مجله مضامین و مقالات
مجله مضامین و مقالات

مجله مضامین و مقالات
مجله مضامین و مقالات
مجله مضامین و مقالات

